ماہنامہ
الحقیقہ
پاکستان
مجلہ
ستمبر 2007

رمضان المبارک اور تعمیرِ کردار

محمد ﷺ

رسولِ کریم ﷺ اور قرآنِ کریم

وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین

التصوف فی الاسلام

رمضان المبارک کے احکام و مسائل

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا

اتحادِ ملت کی ضرورت و صورت

نمازِ تراویح

جارحانہ امریکی عزائم

شانِ اسلام کا قافلہ رواں دواں

حمد و نعت

خدا کو جو محبت ہے نبی سے — کسی کو ہو نہیں سکتی کسی سے
خدا سے جو محبت ہے نبی کو — میسر آ نہیں سکتی کسی کو
خدا سے ہو ہمیں بھی تو محبت — نبی کی ہے بڑی سب سے یہ سنت
محبت ہو حبیب کبریا سے — تخلق ہے یہ اخلاق خدا سے
خدا سے یا نبی سے ہو محبت — نہیں ہے فرق ان میں فی الحقیقت
خدا والے پہنچتے ہیں نبی تک — نبی والے خدا والے ہیں بیشک
نبی کے در سے منہ جس نے بھی پھیرا — اسے واللہ شیطانوں نے گھیرا
تہ دل سے ہو دل شیدا نبی کا — یہ ہے توحید کا پہلا تقاضا
نبی آئینہ ذات خدا ہے — نبی میں نور حق جلوہ نما ہے
رسول اللہ کی ترکیب دیکھو — ہے اس میں جلوہ گر اللہ سمجھو
نبی اللہ سے کیونکر جدا ہو — اسے سمجھو اگر حق آشنا ہو
نبی ہے اور خدا سے بھی جدا ہے — یہ شیطان لعیں کا وسوسے
ہم اپنے اس عقیدے پر ہیں قائم — نبوت ہے خدا سے وصل دائم
خدا شاہد، حقیقت یہ بھی ہے طے — نبوت وصل بھی ایصال بھی ہے
نبی راہ خدا بھی، راہبر بھی — نبی اصل نظر بھی ہے، نظر بھی
نبی ملتا ہے توفیق خدا سے — خدا ملتا ہے راہ مصطفیٰ سے
الٰہی نقش لاثانی کا صدقہ — رہے اپنا ہمیشہ یہ عقیدہ

﴿صلی اللہ علیہ وسلم﴾

غلبۂ دینِ حق کی عظیم تحریک شیرانِ اسلام کا ترجمان

ماہنامہ الحقیقہ پاکستان

مجلہ

رمضان المبارک ۱۴۲۸ھ ستمبر 2007 جلد نمبر 7 شمارہ نمبر 10

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ

اے نبی ﷺ جہاد کرو کافروں اور منافقوں سے اور ان پر سختی کرو

بانی کرم

زبدۃ الصالحین عمدۃ السالکین پیکرِ انوار تجلیات شاہکار حضور نقشِ ثانی

مشیخِ طریقت حضور مفکرِ اسلام

پروفیسر محمد حسین آسی رحمۃ اللہ علیہ

زیرِ سرپرستی

محمد عطاء الحق نقشبندی حسینی

زیب سجادہ حضور مفکرِ اسلام

نگران: حاجی عبدالرزاق

مدیرِ اعلیٰ: سید صابر حسین شاہ بخاری

مدیر: ممنون احمد آسوی حسینی

مدیر: شمس الدین نقشبندی

مجلسِ مشاورت

* علامہ شفقات احمد نقشبندی * صاحبزادہ نور المصطفےٰ رضوی

* ڈاکٹر محمد ظفر اقبال نوری * محمد رضاء الدین صدیقی

* چوہدری محمد اکبر چوہدری ایڈووکیٹ ہائیکورٹ * حاجی اخلاق احمد نقشبندی

مشیرانِ قانون: محمد عاصم محمود ایڈووکیٹ ہائیکورٹ

کمپوزر: محمد اکرام، محمد ناظم

فہرست

1: ''پاکستان بچائیے''	اداریہ	2
2: اتحادِ ملت کی ضرورت وصورت	حضور مفکرِ اسلام	4
3: التصوف فی الاسلام	مفتی غلام رسول قاسمی	9
4: جارحانہ امریکی عزائم	صاحبزادہ خواجہ ناصر رحمانی	23
5: رمضان المبارک اور تعمیرِ کردار	حضور مفکرِ اسلام علیہ الرحمہ	24
6: رمضان المبارک کے احکام ومسائل	صاحبزادہ محمد نور المصطفیٰ رضوی	29
7: نمازِ تراویح	حافظ محمد نصر اللہ حسینی آسوی	33
8: رسول کریم ﷺ اور قرآن کریم	حضور مفکرِ اسلام علیہ الرحمہ	41
9: اب انہیں ڈھونڈ............	جناب سید صابر حسین شاہ	42
10: اسلام اور عورت	حافظ ثناء اشرف	44
11: محبتوں اور جراتوں کا قافلہ	محمد عاصم محمود ایڈووکیٹ	46

زرِ تعاون

پاکستان فی پرچہ -/15 روپے

بذریعہ ڈاک -/150 فی پرچہ سالانہ چندہ

یورپ	1 پونڈ	10 پونڈ
یو ایس اے	1.5 ڈالر	15 ڈالر
عرب ممالک	3 ریال	30 ریال

لاثانی بک اینڈ کمپوزنگ سنٹر ریلوے روڈ نزد سٹیشن شکر گڑھ 0542-451997

رابطہ: صوفی محمد آصف نقشبندی انچارج دفتر الحقیقہ نقشِ لاثانی شکر گڑھ 0542-451737

پبلشر: محمد عطاء الحق نے مدین پرنٹرز داتا دربار مارکیٹ سے چھپوا کر مرکزی دفتر مجلہ الحقیقہ نقشِ لاثانی شکر گڑھ فون 0542-451734 نارووال سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ

یونس - ۶۳

کلمۃ الحقیقہ — ترجمہ: سُن لو اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ کچھ غم — اداریہ

پاکستان بچائیے

ادارہ

اہلِ پاکستان 6 ستمبر کا دن یومِ دفاع کے طور پر مناتے ہیں۔ یہ وہی دن ہے، جب پاکستان کے ازلی دشمن بھارت نے رات کی تاریکیوں میں وطنِ عزیز کی مقدس سرحدوں کو پامال کرنا چاہا۔ مگر اسلام کے جیالے سپوتوں نے اس کے ناپاک عزائم کو خاک میں ملا دیا۔ اور قرآن حکیم کی اس بشارت کو زندہ جاوید حقیقت کے طور پر اقوامِ عالم کے سامنے پیش کیا کہ آخر ایمان والے ہی اعلیٰ وغالب رہتے ہیں۔ رب کریم کے الفاظ میں حکم بھی ہے اور وعدہ کامیابی بھی۔ فرماتا ہے

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (آلِ عمران)

ترجمہ: اور سستی نہ کرو اور غم نہ کھاؤ تمہیں غالب آؤ گے اگر ایمان والے ہو۔

ستمبر ۱۹۶۵ء کی جنگ میں دشمن کی فوج کثیر التعداد بھی تھی اور جدید اسلحہ سے لیس بھی۔ مگر ہوا کیا وہی جو تاریخ اسلام میں ہمیشہ ہوا یعنی

جیت گئے اسلام کے غازی، ہر گئی، آخر کفر کی بازی
جھک نہ سکا توحید کا پرچم صلی اللہ علیہ وسلم

11 ستمبر بانی پاکستان محمد علی جناح علیہ الرحمہ کا یوم وصال ہے پاکستان کو معرض وجود میں آئے ابھی تیرہ مہینے بھی پورے نہیں ہوئے تھے کہ آپ خالق حقیقی کی بارگاہ میں پہنچ گئے انا للہ وانا الیہ راجعون o آپ اس صدی کے سب سے بڑے مسلم لیڈر تھے۔ اسی لئے قائد اعظم کہلائے۔ یہ آپ کا عظیم احسان ہے کہ غفلت میں کھوئی ہوئی قوم کو بیدار بھی کیا اور منظم بھی۔ حضرت اقبال علیہ الرحمہ نے مسلمانان برصغیر کے لئے جس منزل کا تعین کیا تھا جناب قائد اعظم نے قافلہ سالار بن کر اس قوم کو منزل تک پہنچایا۔

عظیم شاعر جناب ڈاکٹر قمر تابش رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہی خوب خراج عقیدت پیش کیا تھا۔

تیرے ہی عزم سے پھوٹی تھی صبح مہر و وفا — اے حریت کے نقیب، اے امام فکر و عمل
تیری نگاہ سے ٹوٹا تھا ظلمتوں کا فسوں — رکھے تھے تیری نوا ہی سے روشنی کے کنول

یوم دفاع منائیں یا یوم قائد اعظم، دونوں کا ایک ہی مقصد ہے اور ایک ہی سبق، مقصد یہ کہ ہم جذبہ جہاد سے سرشار ہو کر میدان عمل میں اتریں اور سبق یہ کہ اپنے عظیم محسنوں کے نقوش قدم پر چلتے ہوئے اپنی تمام توانائیاں ملک وملت کے لئے وقف کر دیں۔ دشمن کی عددی برتری سے

گھبرانہ جائیں بلکہ قرآنی حقیقت کو سامنے رکھیں کہ

كَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللّٰهِ (البقرہ)

بارہا کم جماعت غالب آئی ہے زیادہ گروہ پر اللہ کے حکم سے

دیکھنے کی بات یہ نہیں کہ کسی فوج کی تعداد زیادہ ہے یا کون زیادہ اسلحہ سے مزین ہے بلکہ اصل بات یہ ہے کہ رب العلمین جل مجدہ اور حضور رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم کس کے ساتھ ہیں اقبال فرماتے ہیں۔

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسہ
مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

علامہ بوصیری کا ارشاد ہے

ومن تکن برسول اللہ نصرتہ
ان تلقہ الا سد فی اجامہا تجم

ترجمہ: حضور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی امداد جس کے ساتھ ہو۔ اگر شیر (بھی) اسے اپنے کچھاروں میں ملیں بھاگ جائیں گے۔

یہ بات افسوس کے ساتھ کہنی پڑتی ہے۔ کہ ہم رسمی طور پر تو بڑے دن مناتے ہیں مگر ان کے حقیقی تقاضوں سے بے خبر ہیں۔ ہمارے دشمن چاروں طرف سے ہمیں گھیرنا چاہتے ہیں۔ مگر ہم لہو ولعب میں ایسے مگن ہیں کہ الامان والحفیظ۔ ہماری فوج، ہمارے سکولوں، کالجوں بلکہ دیگر حکومتی اداروں میں کئی لوگ سانپوں، سنپولیوں کی طرح گھس کر اندر ہی اندر بغاوت وغداری کا زہر پھیلا رہے ہیں یہ لوگ اسلام کا نام سن سکتے ہیں، نہ پاکستان کو پھلتا پھولتا دیکھ سکتے ہیں ان کے ضمیر مردہ ہو چکے ہیں۔ یہ لوگ مسلمانوں کو مذہب کی بابت احساس کمتری میں مبتلا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ انگریزوں کے نمائندے ہوتے ہیں۔ یہ کالے انگریز اصل انگریزوں سے زیادہ تباہ کن ہوتے ہیں۔ ان کے نام مسلمانوں جیسے ہوتے ہیں مگر فکر وعمل پر خالص یورپی چھاپ ہوتی ہے۔ یہ نئی روشنی کے سپوت جو سراپا ظلمت ہوتے ہیں۔ کئی ذہنوں کو تاریک کر دیتے ہیں مسلمانوں کی سرزمین میں اسلام کے خلاف جو پروپیگنڈا ہوتا ہے انہی کے ذریعے ہوتا ہے۔ خصوصاً اس قسم کے لوگ جب کرسی صدارت پر براجمان ہو جائیں تو صورت حال اور بھی پریشان کن ہوتی ہے۔ موجودہ ملکی صورت حال ان ضمیر فروشوں کیلئے خوش آئند اور اہل ایمان کیلئے بہت زیادہ پریشان کن ہے۔ جگہ جگہ بم دھماکے ہو رہے ہیں۔ مسلمانوں کا قتل عام ہو رہا ہے۔ ہر مسلمان پریشان ہے۔ سیاسی صورت حال بھی بہت زیادہ تکلیف دہ ہے۔ ہر سیاسی پارٹی یہی سمجھتی ہے کہ ہمارا فیصلہ امریکہ سے ہونا ہے۔ اس لئے اس کی اتباع میں ہر کام کر رہے ہیں۔ اللہ ورسول کا کوئی پاس نہیں، اس پریشان کن صورت میں پھر بھی امید واثق ہے کہ حالات جلد ہی بدل جائیں گے۔ انشاء اللہ

...... آہ! شیخ الحدیث حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری صاحب بھی چلے گئے ......

پچھلے دنوں شیخ الحدیث والتفسیر، پاسبان مسلک رضا، استاذ العلما، مفتی عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمہ کے وصال کی خبر اہل سنت وجماعت کے دلوں پر قیامت ڈھا گئی، حضور شیخ الحدیث نے بلند پایہ شخصیات سے اہل سنت کو مالا مال کیا بالخصوص ہزاروں کی تعداد میں باعمل علماء کی جماعت تیار کی جو پاکستان اور بیرون پاکستان میں اسلام کی خدمت پر کمر بستہ ہیں۔ آپ نے کئی عربی کتابیں تحریر فرمائیں۔ آپ، عاشق رسول، نہایت روشن ضمیر، شیخ الحدیث، مبلغ، مصنف، باوقار، زندہ دل اور علم وعرفان تھے۔ آپ کی تحریری کاوشوں کی بدولت کئی لوگوں کو بدعقیدگی سے نجات ملی۔

ہزاروں کی تعداد نے آپ کی نماز جنازہ میں شرکت کی۔ اور لاکھوں کروڑوں مسلمانوں نے ان کی یادوں کو سینے سے لگایا۔ اس قحط الرجال کے دور میں ان کی شخصیت ایک بہت بڑا سہارا تھی۔ مولا کریم ان کے روحانی فیض کو عام فرمائے۔

اتحاد ملت

کی ضرورت و صورت

قسط: 10

حضور مفکر اسلام
پروفیسر محمد حسین آسی
علیہ الرحمہ

مولانا حسین احمد ٹانڈوی کا نقطہ نظر ملاحظہ فرمایا آپ نے۔ کتنی جسارت ہے کہ محبوب خدا علیہ التحیۃ والثنا کا واضح ارشاد واضح طور پر معلوم ہو جانے کے بعد یہ تقسیم شروع کردی جائے کہ کونسا حکم مانا جائے اور کونسا نہ مانے پھر فیصلہ کردیا جائے کہ نبی کریم ﷺ کا جو ارشاد دین کے متعلق ہوگا، مان لیا جائے گا اور جو دنیا کے متعلق ہوگا نہیں مانا جائے گا۔ فرمایئے جو شخص یہ فیصلہ دے رہا ہے، وہ خود کو بڑا حاکم سمجھتا ہے یا حضور پرنور ﷺ کو، کیا اس کے اس طرز فکر سے وہ دائرہ اسلام میں رہ جاتا ہے یا نہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ محبوب خدا علیہ التحیۃ والثنا سے بغض رکھنے کی بنا پر علمائے دیوبند و نجد کسی بھی ایسی بات کو پسند نہیں کرتے جس سے حضور ﷺ کی کسی عظمت کا کوئی پہلو نکلتا ہو۔ حضور ﷺ کا حاکم و مختار ہونا بھی تو ایک عظمت کی بات ہے، یہ انہیں کیونکر گوارا ہو۔ اس کیلئے صاف بتادیا کہ حضور پرنور ﷺ کے سارے ارشادات ماننا ضروری نہیں۔ نبوت کی اطاعت بھی جہاں مشروط و نا تمام ہو، ان سے اور کیا توقع کی جاسکتی ہے اور ان کے وابستہ ملت ہونے کا حکم کیونکر دیا جاسکتا ہے۔ ہاں ہاں جو نبی کا باغی ہے، اس کا کلمہ کیا، داڑھی کیا اور نماز کیا۔ ہاں ہاں جو نبی ﷺ کے حکم کو خدا کا حکم نہ سمجھے اور نبی کے فرمان کو خدا کا فرمان نہ جانے، ایسے انجان کے نزدیک نبوت کا منصب کیا رہ جاتا ہے اور کلمہ شریف میں جب لفظ رسول بولتے ہیں تو آخر اس کا مقصد کیا ہوتا ہے، اس سلسلے میں قرآن حکیم کا فیصلہ بھی پیش نظر رہنا چاہیے۔ وہ کس دوٹوک انداز میں اعلان فرمارہا ہے۔

”ان الذین یکفرون با للہ ور سلہ و یریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسلہ ویقولون نو من ببعض و نکفر ببعض لاویریدون ان یتخذوا بین ذالک سبیلاً ○ اولئک ھم الکفرون حقاً واعتد نا للکفرین عذاباً مھیناً ○ (النساء......۱۵۰،۱۵۱)

ترجمہ: بیشک جو لوگ کفر کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسولوں کے ساتھ اور ارادہ کرتے ہیں کہ جدائی کریں اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان اور کہتے ہیں کہ ہم بعض کو مانتے ہیں اور بعض کو نہیں مانتے اور وہ چاہتے ہیں کہ ایمان اور کفر کے درمیان کوئی راستہ بنالیں درحقیقت وہی لوگ کافر ہیں اور ہم نے تیار کر رکھا ہے کافروں کیلئے ذلت کا عذاب۔

جہاں تک خدا کے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی اطاعت سے آزاد ہونے کی خواہش کا تعلق ہے یوں لگتا ہے جیسے دیوبند کے خمیر میں داخل ہے اور بزرگان دیوبند قیام دیوبند سے پہلے بھی اس آزادی کیلئے پرتول رہے تھے، یہ الگ بات کبھی بات تھوڑی سی بڑھادی تو رک گئے اور کبھی مصلحتاً کسی

سے صاف مکر بھی گئے۔ جہاں تک ان کے مکرنے کی صورت ہے تو ظاہر ہے منکرین حدیث کے بدنام ٹولے سے خود کو وابستہ نہیں کہتے بلکہ حتیٰ المقدور ''حجیت حدیث'' کے موضوع پر ان سے ان کے مجادلے اور مناظرے بھی ہوتے رہتے ہیں، بنظر ظاہر حجیت حدیث کے اقرار کی بنیاد ہی نبی کریم ﷺ کے مختار و ماذون ہونے کے عقیدے پر ہے، اور یہ کہ آپ محض قانون دان نہیں بلکہ قانون ساز بھی ہیں۔ یعنی آپ ﷺ کوئی فیصلہ فرمادیں تو اسے حکم کا فیصلہ سمجھا جائے گا اور اس کا نفاذ خدا کے حکم کے نفاذ کی طرح ضروری ہوگا، ساری امت اس بات پر متفق ہے۔ محدثین اور ناقدین حدیث حدیث کے حجت ہونے یا (معاذ اللہ) نہ ہونے پر بحث نہیں کرتے اس کا حجت ہونا تو متفق علیہ ہے، بحث کا مقصود تو یہ ہوتا ہے کہ کیا واقعی آپ ﷺ نے ایسا فرمایا ہے کیونکہ اس بات کا امکان تو ہے لوگ اپنی بات حضور ﷺ سے منسوب کردیں جیسا کہ کبھی کبھی اور کہیں کہیں ہوا، خود مولانا اسمٰعیل دہلوی نے صراط مستقیم میں یہ حدیث پاک درج کی ہے۔

''یقضی اللہ علی لسان نبیہ ما شاء''

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی زبان پر جو حکم چاہے بھیج دیتا ہے۔

یہ تو نبی ﷺ کی شان اور منصب نبوت کا بیان ہے ظاہر ہے کسی کو بھی اس میں شک نہیں ہونا چاہیے۔ خصوصاً جب اسمٰعیل صاحب نے اس سے پہلے مشہور حدیث قدسی کے دو تین جملے بھی تسلیم کیے ہیں اور انھیں اپنی حجت و دلیل ٹھہرایا ہے۔

''کنت سمعه الذی یسمع به بصرهُ الذی یبصر به و یده التی یبطش بھا''

(یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) میں اس کا کان بن جاتا ہوں، جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں، جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے۔

اور ایک روایت کی رو سے

''ولسا نه الذی یتکلم به''

(اور اس کی زبان ہو جاتا ہوں جس سے وہ کلام کرتا ہے)

دیکھا یہ کسی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نہیں بلکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سچے اور کامل غلاموں کی شان ہے، جب حضور ﷺ کے غلام روحانیت میں ترقی کرتے کرتے اس عظیم منصب کے اہل ہو جاتے ہیں کہ ان کی زبان پر رب کا کلام جاری ہوتا ہے تو وہ ذات پاک جسے اللہ نے اپنا نمائندہ بنا کر اپنی مخلوق کی طرف مبعوث فرمایا ہے، اس کا مقام کتنا بلند ہونا چاہیے۔ مگر خدا جانے کیا وجہ ہے نبی کے ساتھ برابری کرنے کا زعم باطل کسی نہ کسی شکل میں اکابر دیوبند کے ہاں ضرور موجود رہتا ہے۔ چنانچہ صراط مستقیم کے یہی مولانا اسمٰعیل اسی صراط مستقیم میں وحی باطنی کا اثبات بھی کرتے ہیں جس میں احکام تشریعی اترتے ہیں، وہ ایک جہت سے انبیاء کے پیرو اور ایک جہت سے خود محقق ہوتے ہیں۔ وہ شاگرد انبیا بھی ہیں اور ہم استاد انبیاء بھی، وہ مثل انبیا معصوم ہیں (الامن والعلیٰ بحوالہ صراط مستقیم مطبع (ضیائی)۔

فرمایئے امتی کو نبی سے بے نیاز کرنے کا ایسا عالمانہ نسخہ اور کس نے بتایا بلکہ اسمٰعیل دہلوی سے پہلے کس کو معلوم تھا خلیفہ رب اکرم پیغمبر اعظم رسول خاتم ﷺ کی امت کے سب سے افضل شخص جن کے بارے میں خود حضور ﷺ نے فرمایا!

"ما صب الله فی صدری الا صببته فی صدر ابی بکرؓ"

ترجمہ: اللہ نے جو کچھ بھی میرے سینے میں ڈالا، وہ میں نے ابوبکر کے سینے میں ڈال دیا۔

بھی اس کو دریافت نہ کرسکے، اور اپنی اطاعت کو اطاعت خدا اور رسول (جل وعلا فصلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ یوں مشروط کرتے رہے۔

"اطیعونی ما اطعت الله ورسولہٗ"

ترجمہ: میری اطاعت کرو جب تک میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کروں۔

بلکہ چاروں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم حالانکہ امت میں سب سے افضل بھی ہیں اور خود حضور پرنور ﷺ نے اپنی پیاری امت کو ان کی اطاعت کی تاکید فرمائی ہے۔ کا یہی طرز عمل رہا ہے اور کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ ہم پر باطنی وحی اترتی ہے جو شرعی احکام پر بھی مشتمل ہوتی ہے۔ معاذ اللہ دبے اور مہذب لفظوں میں یہ دعویٰ نبوت نہیں تو اور کیا ہے۔ یہ تو مولانا اسمٰعیل کی سیرت کا فکری پہلو تھا، اس بنیاد پر جب انھوں نے اپنے عمل کی بنیاد رکھی تو صورت حال اور بھی گھناؤنی اور تاریک ہوگئی۔ چنانچہ مولانا اسمٰعیل اپنے پیرومرشد سید احمد بریلوی جن کیلئے یہ سارے پاپڑ بیل رہے تھے کو اسی وحی باطنی سے مشرف قرار دیا۔ ظاہر ہے جن پر وحی اترتی ہے ان کا انکار کفر ہوتا ہے لہٰذا انھوں نے وحی باطنی کے منکروں کو بھی کافر و منافق قرار دیا اور بالاکوٹ کو جاتے ہوئے انھوں نے ضروری سمجھا کہ سکھوں سے پہلے ان افغانوں سے جہاد کیا جائے جو سید احمد بریلوی کی خلافت حقہ کا انکار کر کے مرتد ہو چکے ہیں، اس دور کے انگریز حکام کو پنجاب کے سکھوں سے خطرہ تھا یا سرحد کے پٹھانوں سے ان کے بندۂ مخلص سید احمد بریلوی راہ سے یہی روڑے دور کرنے آئے تھے کہ

ع الٹی ہوگئیں سب تدبیریں کچھ نہ دوا نے کام کیا۔

یہ تھی پرانی صراط مستقیم جسے مولانا محمد اسمٰعیل صاحب نے تصنیف فرمایا تھا، آج کل ایک اور صراط مستقیم بھی منظر عام پر آئی ہے جسے کسی عنایت اللہ بٹ (گوجرانوالہ۔ نے لکھا ہے) ماہنامہ رضائے مصطفےٰ (اگست ۲۰۰۳ء) کی رپورٹ کے مطابق کتاب کے بدبخت مصنف کی جسارت دیکھیے اس کے ص ۲۵ پر لکھتا ہے۔

"التحیات میں جب آپ السلام علیك ایها النبی کہتے ہیں تو آپ نہیں جانتے، اس کا مطلب کیا ہے۔ اسلام علیك مخاطب سے کہا جاتا ہے۔ نماز میں غیر اللہ سے بات کرنا شرک ہے۔ اس سے نماز فاسد ہوجاتی ہے لہٰذا کہنا چاہیے۔ السلام علی النبی ورحمة الله و بر کاته۔ معنوی لحاظ سے یہی درست ہے۔" لاحول ولا قوة الا بالله العلی العظیم "کس قدر باغیانہ روش ہے منصب نبوت کے خلاف کہ حضور پرنور ﷺ نے جو طریقہ نماز خود زبان مبارک سے بیان فرمایا اور سب کو جس طریقے سے پڑھنے کی ہدایت فرمائی، ایک بدبخت اسی پر شرک کا فتویٰ لگا رہا ہے، سینہ زوری کی انتہا یہ ہے کہ خود اسی نام نہاد بٹ نے اس سے دو تین صفحات قبل یہ حدیث پاک نقل کی ہے، جب تم میں سے کوئی شخص نماز میں بیٹھے تو یوں کہے

"السلام علیک ایها النبی ورحمة الله وبر کاتهٗ"

ترجمہ: اے پیغمبر آپ پر سلام اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں۔

(بحوالہ بخاری، سنن نسائی، صراط مستقیم ص ۲۱،۲۴)

اسے نقل کرنے کے بعد یہ بکواس کرنا نماز میں کسی سے مخاطب ہوں تو شرک ہو جاتا ہے یا یہ کہ رسول اللہ ﷺ کے بیان فرمودہ طریقے سے پڑھیں تو شرک ہو جاتا ہے لہٰذا شرک سے بچنے کیلئے "علیك ایها" چھوڑ دیں اور اس کی بجائے "علی" رکھیں۔ ظاہر ہے (جیسا کہ اور بھی کتنی باتوں سے ظاہر ہے) دیو بندیوں، نجدیوں غیر مقلدوں کی توحید کا قرآن پاک، احادیث مقدسہ اور اجماع امت سے کوئی تعلق نہیں، ان کی توحید ان کے بت خانہ افکار سے نکلی ہے اور کتاب وسنت کی سکھائی ہوئی توحید کے بالکل برعکس ہے۔ عام لوگ یہ سمجھتے ہیں غیر مقلدوں کو حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی جیسی نسبتیں گوارا نہیں، اس لئے خود کو محمدی لکھتے ہیں۔ مگر اس قسم کے واقعات سے پتا چلتا ہے کہ لفظ محمدی میں بھی ان کی مراد محمد رسول اللہ ﷺ کی نسبت نہیں بلکہ محمد ابن عبدالوہاب کی نسبت مراد ہے۔ اگر سرکار دو عالم ﷺ کی نسبت ہی مقصود ہو تو اس جسارت کا کیا جواز ہے کہ حضور ﷺ کے بیان فرمودہ طریقہ نماز پر بھی شرک کا فتوی چسپاں کر دیا جائے۔ کیا غضب ہے حضور پر نور ﷺ پر بھی شرک و کفر کا فرق واضح نہیں تو اور کس پر ہو گا، یہی حال فقہائے دیو بند کا ہے۔

اب اتحاد ملت کیلئے بے چین رہنے والے مخلص لوگ بتائیں کیا اس قسم کی نسل بھی مستحق ہے کہ اسے ملت میں شمار کیا جائے، ہاں ہاں اس موقع پر کچھ اور بھی غور کرنا ہوگا، نبی اللہ ﷺ کی گواہی سے بڑھ کر کس کی گواہی ہوگی اور جس بد بخت کو حضور ﷺ کی گواہی توحید پر اعتماد نہیں، کیا اس کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس کے باقی عقائد من گھڑت نہیں۔ یعنی جب کوئی پلید انسان حضور ﷺ کا طریقہ نماز قبول نہیں کر رہا اسے حضور ﷺ کی سکھائی ہوئی توحید قبول نہیں تو یہ کہنا کہاں تک درست ہوگا کہ باقی عقائد میں اس نے حضور ﷺ کی تعلیمات کا خیال رکھا ہے۔ مثلاً علم غیب، نور و بشر، حاضر و ناظر ہونا تقلید وغیرہ کے متعلق جو کچھ اس کے عقائد ہیں، اس لئے ہیں کہ وہ انھیں حضور ﷺ کی ہدایات کے متعلق سمجھتا ہے، نہیں نہیں اسے نہ قرآن کی پرواہ ہے نہ حدیث کی، وہ نفس کا بندہ ہے، شیطان کا پجاری ہے، جس طرح اس کی توحید قرآن وسنت سے الگ تھلگ ہے۔ یوں ہی اس کے باقی عقائد بھی، اس حقیقت کے باوجود وہ اگر آیت یا روایت کا حوالہ دیتا ہے تو محض مصلحت کے طور پر اور مسلمانوں کو دھوکا دینے کیلئے ہے۔

شاید آپ کے ذہن میں یہ خیال آئے کہ اس نے حضور ﷺ کے فرمائے ہوئے طریقہ نماز پر شرک کا فتوی دیا ہے قرآن پہ نہیں یاد رہے قرآن کو وہی مانتا ہے جو صاحب قرآن ﷺ کو مانتا ہے۔ اور قرآن کی وہی مانتا ہے جو حضور ﷺ کی مانتا ہے واضح قرآنی اعلان آپ کئی بار پڑھ چکے ہیں،

"من يطع الرسول فقد اطاع الله" (النساء٦٩)

ترجمہ: جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی، بیشک اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

نماز، روزہ، حج وزکوۃ جیسے ارکان اسلام کے تفصیلی مسائل قرآن پاک میں ہمیں نہیں ملتے، کیوں؟ اس لئے کہ خدا اپنے بندوں کو اپنے نبی ﷺ کا محتاج دیکھنا چاہتا ہے، جو اس محبوب ﷺ کے توسل کے بغیر قرآن سیکھنا چاہتا ہے، مردود و باغی ہے۔

ایک اور بات بھی قابل غور ہے، ہم کئی بار سوچتے ہیں کہ نجد و دیو بند کے محققین اگر اہل سنت کے بعض عقائد و اعمال کو مشرکانہ سمجھتے ہیں تو چاہیے کہ جو برا بھلا کہنا ہے، انھیں کو کہیں، آخر سرور عالم نور مجسم ﷺ کی ذات پاک کے بارے میں ان کا طرز بیان وتحریر کیوں باغیانہ ودل آزار ہے۔

مثلاً اسمٰعیل دہلوی ہمارے اس عقیدے کو مشرکانہ سمجھتا ہے کہ ہم حضور ﷺ کو اللہ کے فضل سے اللہ کا خلیفہ اعظم اور مخلوق کا مالک ومختار سمجھتے ہیں، اس کے نزدیک یہ شرک ہے تو ہمیں کہے جو اول فول کہتا ہے، کم از کم حضور ﷺ کا تو وہ بھی امتی ہے، آپ کا ذکر تو ادب سے کرے مگر وہ ایسا نہیں کرتا بلکہ بے ادبی سے ایسے جملے نوک قلم پر لاتا ہے۔

''جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں''

فرمایئے اس جملے سے معلوم ہوتا ہے کہ نہیں کہ لکھنے والا سخت غصے میں ہے اور بارگاہ رسالت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے آداب سے بے نیاز ہوگیا ہے۔ آخر ایسا کیوں؟ لگتا ہے کہ اس کے نزدیک امت کے یہ عقائد اسے حضور ﷺ کے دربار سے ملے ہیں لہٰذا وہ امت سے بھی خفا ہے اور والی امت سے بھی۔ ورنہ دراصل نہ اسے قرآن پاک سے تعلق ہے نہ اللہ سے اور نہ اس کے حبیب پاک ﷺ سے۔ بلکہ جب وہ دیکھتا ہے کہ ان عقائد کا مرکز خود حضور پرنور ﷺ ہیں تو اس کا اصل رخ اسی دربار عالی کی طرف ہوتا ہے، ہمیں صرف اس لئے کوستا ہے کہ اپنے نبی ﷺ کی شان و عظمت کا دفاع کیوں کرتے ہیں۔ اب بغور دیکھئے ایک عاشق رسول ﷺ علامہ ارشد القادری علیہ الرحمۃ کی کتاب زیروزبر کا اقتباس۔

''دیوبندی، بریلوی نزاع کی صحیح نوعیت کی اصل حقیقت تک پہنچنے میں جو دیوار اب تک حائل رہی ہے وہ یہ ہے کہ غلطی سے علمائے دیوبند کے مقابلے میں فاضل بریلوی کو ایک فریق سمجھ لیا گیا ہے حالانکہ وہ فریق نہیں ہیں فریق کے صرف وہ وکیل ہیں۔ کیونکہ دراصل فریق مقابل تو وہ ہوا کرتا ہے جو نزاع کے آغاز کے وقت فریق اول کے نشانے پر ہو اور یہاں قصہ یہ ہے کہ جس دن علمائے دیوبند نے ذات رسول ﷺ کو اپنے قلم کا نشانہ بنایا، اس ابتدائی حملے کے وقت نہ فاضل بریلوی سامنے تھے اور نہ ان کا کہیں نام و ذکر تھا انہیں جب معلوم ہوا کہ اہل دیوبند کی طرف سے منصب رسالت کی عظمتوں پر حملہ ہوا ہے تو وہ اپنے محبوب پیغمبر کے ایک جاں نثار غلام کی حیثیت سے اچانک منظر عام پر آگئے۔ اس لئے انہیں ایک فریق کا ترجمان تو کہا جاسکتا ہے، پر فریق نہیں کہا جاسکتا کیونکہ علمائے دیوبند کی اصل جنگ ان کے ساتھ نہیں ہے بلکہ پیغمبر خدا کے ساتھ ہے وہ تو ایک وفادار غلام کی حیثیت سے اپنے آقائے نعمت کی طرف سے صرف دفاع میں سامنے آئے ہیں۔

اس نزاع کا یہی وہ اصل رخ ہے جسے نگاہ سے اوجھل کردینے کے بعد مقدمے کا دوٹوک فیصلہ کرنے میں ہزار دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور ظاہر ہے کہ تخیل میں اگر نزاع کا نقشہ یہ ہو کہ امت کے دو مذہبی پیشواؤں کے درمیان یہ ایک فکری تصادم ہے تو ذہن کی قوت فیصلہ کا مفلوج ہوجانا ایک قدرتی امر ہے۔ جو لوگ اس صورت حال کا شکار ہیں وہ اپنی دانست میں اس نزاع کو چونکہ دو مولویوں کے وقار کی جنگ سمجھتے ہیں اس لئے دونوں کو خوشنود رکھنے میں انہیں مذہب کا کوئی نقصان نہیں محسوس ہوتا۔ لیکن پردہ ذہن پر اگر نزاع کی یہ صحیح تصویر ابھر آئے کہ ایک طرف رسول کونین ﷺ کی عظمت خداداد ہے اور دوسری طرف قلم کی تلوار لئے ہوئے سہارنپور کے حملہ آور ہیں اور بیچ میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اپنے آقا کی حمایت میں سینہ سپر ہیں تو کون بے غیرت مسلمان ہے جو ایک لمحے کیلئے اپنے محبوب پیغمبر کے حزب مخالف سے اپنے آپ کو وابستہ رکھے گا۔ اس لئے حقیقت کی یہ سچائی اب دلوں میں اتر جانی چاہئے کہ دیوبندی علماء کا اختلاف براہ راست علمائے بریلی سے نہیں بلکہ منصب رسالت کی عظمتوں سے ہے''۔

☆☆☆

التصوف فی الاسلام

غیر مقلدین کے مجلہ ''الدعوۃ'' میں تصوف کے خلاف شائع ہونے والے ایک مضمون کے جواب میں شیخ الحدیث مفتی غلام رسول قاسمی صاحب مدظلہ کا لاجواب مقالہ قارئین الحقیقہ'' کی خدمت میں پیش ہے۔ یہ مقالہ کتابی صورت میں شائع ہونے سے پہلے ''**الحقیقہ**'' میں شائع کیا جارہا ہے۔(سید صابر حسین شاہ بخاری)

شیخ الحدیث مفتی غلام رسول قاسمی صاحب مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین و الصلوٰۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین اما بعد

خود کو اہل حدیث کہنے والے غیر مقلد فرقہ کے دسمبر 2006 کے مجلّہ الدعوۃ میں ''اسلام کی بجائے تصوف امریکہ کے لئے قابل قبول کیوں'' کے عنوان سے قاضی کاشف نیاز صاحب کا لکھا ہوا مضمون شائع ہوا۔ اس مضمون میں یہ پراپیگنڈہ کیا گیا ہے کہ آج کل امریکہ تصوف کی تعلیمات کو سراہ رہا ہے اور بے دین لوگ تصوف کی سرپرستی پر آمادہ ہو چکے ہیں۔ لہذا ثابت ہوا کہ تصوف کفر والحاد کا معاون ہے۔

اس مضمون میں حالات حاضرہ کے تناظر میں اعتراضات اٹھانے کے علاوہ مخصوص مسلکی تعصب کو بھی اختیار کیا گیا ہے۔ کچھ اعتراضات ایسے بھی ہیں جو مستشرقین کا اتباع کرتے ہوئے تصوف پر بلکہ اسلام پر وارد کیے گئے ہیں۔ مجموعی طور پر یہ وہی گھسے پٹے سوالات ہیں جنہیں حالات حاضرہ کی روشنی میں قدرے نیا رنگ دیکر وارد کر دیا گیا ہے۔ ہمارے نزدیک معترضین کی حیثیت ان مستشرقین سے معمولی زیادہ بھی نہیں کے جن سوالوں کا جواب علماء اسلام عرصہ دراز سے دیتے چلے آرہے ہیں۔ الغرض ہم بھی اپنے اسلاف کا اتباع کرتے ہوئے اس مضمون کا جواب بالترتیب سوال جواب کی شکل میں تحریر کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

سوال نمبرا۔ مسلمہ مقولہ ہے کہ دشمن کا دوست بھی دشمن ہی ہوتا ہے۔ امریکہ تصوف کو اپنا دوست کہہ رہا ہے۔ ثابت ہو گیا کہ جس طرح امریکہ اسلام کا دشمن ہے اسی طرح تصوف بھی اسلام کا دشمن ہے۔

جواب:۔ پہلی گزارش تو یہ ہے کہ امریکہ نے تصوف کو اپنا دوست کہا ہے۔ تصوف نے امریکہ کو اپنا دوست نہیں کہا۔ معمولی غور سے ہی آپ کی دھاندلی پکڑی گئی۔ ثانیاً یہی امریکہ تھوڑا عرصہ پہلے سعودی عرب کو اپنا دوست کہتا تھا۔ سعودیہ اور کویت کے ساتھ مل کر اس نے عراق پر حملہ کیا تھا۔ اور آج بھی سعودیہ اور کویت کے تعاون سے عراق میں مسلمانوں کی تباہی مچا رہا ہے۔ آپ خود کو اہل حدیث کہتے ہیں اور آپ کے خیال کے مطابق سعودی حکومت بھی اہل حدیث اور خالصتاً آپ کے مزعومہ سلفی عقائد کی حامل ہے۔ آپ نے خود فرمایا ہے کہ دشمن کا دوست بھی دشمن ہی ہوتا ہے۔ ہماری درخواست ہے کہ اسی اصول کی روشنی میں سعودی حکومت پر لاحول پڑھیے بلکہ خود اپنے مسلک و مذہب پر بھی تبرا بھیجئے اور امریکہ کی دوستی سے توبہ کر لیجیے یا پھر سیدھے طریقے سے اپنے امریکی ہونے کا اعلان فرما دیجئے۔ امید ہے کہ جب آپ نے اللہ کریم کے نہایت برگزیدہ بندوں کو اسلام کے دشمن اور امریکہ کے دوست قرار دیتے وقت سوچ سمجھ سے کام نہیں لیا تو جوابی طور پر حقائق سے پردہ اٹھنے کا بھی برا نہیں منائیں گے۔ ثالثاً روس کے مقابلے پر امریکہ نے خود

جہادی تنظیموں سے دوستی رکھی اور انہیں امداد فراہم کرتا رہا اور جہادی تنظیمیں اس کی امداد کو قبول کرتی رہیں۔ اب فرمایئے اس وقت جہادی تنظیمیں امریکہ کی دوست تھیں تو اسلام کی دشمن ہوئیں یا نہیں؟ رابعاً آج امریکہ ایران پر حملہ کرنے کے لیے پرتول رہا ہے اور ایران نے امریکہ سے (؟) کا اعلان کر رکھا ہے۔ ایران ایک شیعہ ملک ہے شیعہ اگر امریکہ کا دشمن ہے تو آپ کے قاعدے کے مطابق وہ یقیناً اہل حدیث کا دوست ہوگا۔

خامساً ہم نے یہ سب باتیں الزاماً عرض کی ہیں۔ کیوں کہ آپ جیسے لوگوں کو اس انداز کے بغیر بات کی سمجھ نہیں آتی۔ اصل بات یہ ہے کہ امریکہ ایک مصلحت پسند اور مکار ملک ہے۔ وہ کبھی کسی ملک کو استعمال کرتا ہے اور کبھی کسی نعرے کو استعمال کرتا ہے۔ آپ جیسے سطحی، ظاہری اور سرسری دماغ کے مالک اس کے فریب میں جلدی پھنس جاتے ہیں۔

سوال ۲۔ تصوف کی پوزیشن پہلے ہی مشکوک ہے۔ اوپر سے امریکہ کا محبوب بن جانے سے بات پکی ہوگئی کہ تصوف ہمارا دوست نہیں ہوسکتا۔

جواب: اس کا ایک جواب تو آپ اس سے پہلے پڑھ چکے ہیں کہ سعودیہ اور جہادی تنظیمیں خود بھی امریکہ کی محبوب رہ چکی ہیں بلکہ سعودیہ تو آج بھی اس کا محبوب ہے۔ ثانیاً آپ کو اصل بیماری یہ ہے کہ تصوف کی پوزیشن آپ کے خیال میں پہلے ہی مشکوک ہے۔ اب امریکہ کی محبوبیت کا بہانہ آپ کے ہاتھ لگ گیا ہے۔ آپ خود بتایئے کہ اہل حدیث کی پوزیشن پہلے سے مشکوک کیوں نہیں ہے؟ کیا چودھویں صدی سے پہلے اس نام کا کوئی مذہب دنیا کے کسی کونے میں موجود تھا؟ کیا آپ لوگوں نے انگریز کو درخواست دے کر اپنے مذہب کا نام اہل حدیث منظور نہیں کروایا تھا؟ اگر یہ سچ ہے تو پھر آپ کی اپنی پوزیشن مشکوک تو کیا سرے سے ہی صفر اور ملیامیٹ ہوجاتی ہے۔ آج امریکہ اپنے منہ سے صوفیا کے بارے میں جھک مار رہا ہے تو کیا ہوا؟ آپ کا اپنا معاملہ تو اس کے برعکس ہے۔ آپ نے تو خود انگریز کی چاپلوسی کر کے اپنے مذہب کی بنیاد رکھوائی تھی اور بات پکی کرائی تھی۔ انگریز جاسوس ہمفرے نے آپ کے پیشوا محمد بن عبدالوہاب نجدی کے تشدد اور کند ذہنی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انہیں مسلمانوں کے خلاف استعمال کیا۔ ہمفرے نے خود اپنی کتاب ''ہمفرے کے اعترافات،، میں ان حقائق سے پردہ اٹھایا ہے۔

سوال نمبر ۳ تصوف کے نام اور اصطلاح کا قرآن وحدیث میں کہیں بھی ذکر نہیں ملتا۔ زیادہ سے زیادہ دوسری صدی میں پہلی بار تصوف کی اصطلاح استعمال کی گئی۔

جواب: الحمدللہ آپ نے تصوف کی اصطلاع کم از کم تیرہ سو سال پرانی تسلیم کرلی۔ میرے محترم! تصوف اپنی حقیقت کے لحاظ سے اس آیت قرآنی میں اپنی مکمل آب وتاب کے ساتھ جلوہ افروز ہے:

وعباد الرحمن الذين يمشون على الارض هونا و اذا خاطبهم الجاهلون قالوا سلاما

ترجمہ؛ یعنی اللہ کے بندے وہ ہیں جو زمین پر جھک کر چلتے ہیں اور جب انہیں جاہل مخاطب ہوتے ہیں تو انہیں سلام کہہ کر ٹال دیتے ہیں (الفرقان: ۶۳)۔ ثانیاً تصوف ترجمہ ہے تزکیہ کا اور تزکیہ کا لفظ بھی قرآن میں بار بار استعمال ہوا ہے۔

ثالثاً اگر آپ عین ''تصوف،، ہی کی اصطلاح کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں تو اس کا مادہ صوف ہے اور صوفیاء کا ایک معروف قول یہ ہے کہ تصوف کا لفظ صفہ سے لیا گیا ہے۔ نبی کریم ﷺ کے وہ کثیر التعداد صحابہ جو صفہ کے چبوترے پر رہ کر حضور سے روحانی تربیت حاصل کرتے تھے۔ ان کے طریقہ سے تعلق کی بنا پر تصوف کو موسوم کیا گیا ہے (کشف المحجوب صفحہ ۳۱)۔

اسلامی فنون کی بے شمار دیگر اصطلاحات کئی صدیاں گزر جانے کے بعد وضع کی گئی ہیں تصوف کی اصطلاح کو تو آپ نے صرف دوسری

صدی سے ہی تسلیم کرلیا ہے فرمائیے سیاسیات، معاشیات، اصول تفسیر، اصول حدیث، علم الکلام منطق اور فلسفہ وغیرہ کی بے شمار اصطلاحات کون کون سی صدی کی بدعات ہیں۔ اپنے آپ کو سلفی کہنا اور لکھنا کون سی صدی کی بدترین بدعت ہے؟ بلکہ اپنے مذہب کا نام اہل حدیث رکھ لینا کس صدی کی پیداوار ہے؟ واضح رہے کہ ہمارا سوال محض لفظ اہل حدیث اور محدثین سے متعلق نہیں بلکہ اپنے مذہب کا نام اہل حدیث رکھ لینے سے متعلق ہے۔

سوالنمبر 4 جب مسلم حکمرانوں اور خلفاء کی رسہ کشیاں اور اقتدار کے لیے جنگ وجدال عروج پر پہنچا تو ردعمل میں مسلمانوں میں ایک طبقہ پیدا ہوا جس نے سیاست اور اقتدار سے لاتعلقی کا رویہ اپنانا شروع کیا۔ گویا تصوف جین مت، بدھ مت، جمہوریت اور کمیونزم کی طرح ردعمل کا نتیجہ ہے۔

جواب: میٹھی میٹھی گالیوں کا شکریہ ادا کرنے کے بعد گزارش ہے کہ آپ نے مسلمان خلفاء کی جنگوں کی تفصیل نہیں بتائی اور نہ ہی الگ رہنے والے لوگوں کا نام بتایا ہے۔ ہم عرض کیے دیتے ہیں۔ سیدنا علی المرتضیٰؓ اور ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے درمیان جنگ جمل ہوئی تو بے شمار صحابہ کرام غیر جانبدار رہے۔ حضرت ابوھریرہؓ جیسے صوفی کا نام تو آپ نے سنا ہوگا۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک وقت فتنوں کا آئے گا جس میں بیٹھا آدمی کھڑے سے بہتر ہوگا، کھڑا آدمی چلتے سے بہتر ہوگا، چلتا آدمی دوڑتے سے بہتر ہوگا۔ جو اس فتنے میں پھنس گیا، یہ فتنہ اسے پھنسا دے گا۔ لہٰذا جو شخص اس سے بچ سکتا ہو بچ جائے۔ یہ حدیث بخاری اور مسلم میں موجود ہے۔ ان دو کتابوں پر آپ بھی بڑا اعتماد ظاہر کرتے ہیں اور یہ حدیث تو ہے بھی ان کی متفق علیہ (بخاری جلد۲ صفحہ ۱۰۴۸، مسلم جلد۲ صفحہ ۳۸۹)۔

مزید سنیئے۔ اگر آپ کا ہمارے نبی کریم ﷺ سے کچھ تعارف ہے تو آپ ﷺ کے ایک جلیل القدر صحابی کا نام حضرت ابوموسیٰ اشعری ہے۔ انہوں نے یہی حدیث پڑھی اور فرمایا کہ میں نہ علی کا ساتھ دوں گا اور نہ عائشہ کا (البدایہ والنہایہ جلد۷ صفحہ ۲۲۸)۔ اس وقت لوگ چار گروہوں میں تقسیم ہوگئے تھے۔ ایک گروہ بصرہ میں، دوسرا کوفہ میں، تیسرا شام میں اور چوتھا غیر جانبدار۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے غیر جانبدار گروہ کو سب سے بہتر قرار دیا (البدایہ والنہایہ جلد۷ صفحہ ۲۲۸)۔

مزید سماعت فرمائیے۔ حضرت احنف بن قیس رضی اللہ عنہ اللہ اپنے گھر سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امداد کرنے کے لیے نکلے۔ راستے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے پوچھا کہاں جا رہے ہو۔ فرمایا رسول ﷺ کے چچازاد بھائی کی مدد کرنے جارہا ہوں۔ انہوں نے فرمایا واپس چلے جاؤ۔ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے کہ جب دو مسلمان آپس میں جنگ کریں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں۔ یہ حدیث بھی بخاری اور مسلم میں موجود ہے (بخاری جلد۲ صفحہ ۱۰۴۹، مسلم جلد۲ صفحہ ۳۸۹)۔ اب فرمائیے خلفاء کی رسہ کشی میں لاتعلق رہنے والا طبقہ کون تھا؟ وہ جین مت، بدھ مت، جمہوریت اور کمیونزم کے پیروکار تھے یا صحابہ کرام؟ اور بخاری ومسلم میں یہ احادیث امریکی تعلیمات ہیں یا نبی کریم ﷺ کے ارشادات؟ آپ نے مضمون لکھتے وقت کیا سمجھا تھا؟ ساری دنیا قرآن وسنت سے بے خبر ہے اور آپ اپنی من مانی باتوں کے ذریعے کو بے وقوف لوگوں بنانے میں کامیاب ہوسکیں گے؟

ثانیاً یہ بھی فرمائیے کہ آپ کا مسلک جسے آپ اہل حدیث کہتے پھرتے ہیں کیا یہ اہل سنت کے مقابلے پر ردعمل کے نتیجے میں معرض وجود میں نہیں آیا؟ کیا فقہ، فقہا سنت اور جماعت کی اصطلاحات کے رائج ہوجانے کے بعد شیعہ اور اہل حدیث کی اصطلاحات کو ردعمل کے نتیجے میں اختیار نہیں کیا گیا؟

سوال 5۔ لاتعلقی گوشہ نشینی میں بدل گئی ؟

جواب: گوشہ نشینی کی شرعی حیثیت کیا ہے اور کیا صوفیاء گوشہ نشین ہوتے ہیں یا نہیں، یہ ایک الگ بحث ہے۔ آپ نے گوشہ نیشنی کو جس طرح جنم لیتے ہوئے دکھایا ہے یہ سراسر جھوٹ اور افترا ہے۔ گوشہ نشینی کی بنیاد قرآن وسنت سے ثابت ہے۔ قرآن میں واذ واعدنا موسیٰ اربعین لیلۃ گوشہ نیشنی کی اصل موجود ہے۔ مکہ کی پہاڑی پر غار حراء کا وجود آج بھی گوشہ نشینی کا زندہ گواہ ہے اور بخاری اور مسلم کی احادیث اس پر شاہد ہیں۔ ایک حدیث شریف کے صاف الفاظ ہیں: سیر واہذا جمدان قد سبق المفردون الحدیث یعنی اس جمدان پہاڑ کی سیر کرو، تنہائی میں چلے جانے والے لوگ آگے نکل گئے ہیں۔ صحابہ کرام نے پوچھا یارسول اللہ تنہا لوگ کون سے ہیں۔ فرمایا اللہ کا ذکر کرنے والے مرد اور عورتیں (مشکوٰۃ صفحہ ۱۹۶ بحوالہ مسلم)

اب ہم ایک نہایت دلچسپ حدیث شریف پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ اگر دل میں ایمان موجود ہے تو دل کے کانوں سے سنو۔ حضرت سعد ابن ابی وقاصؓ جیسے معروف ترین تیرانداز صحابی دنیا کو چھوڑ چھاڑ کر جنگل میں اونٹ چرانے لگ گئے۔ آپ کے بیٹے عمر آپ کے پاس جنگل میں حاضر ہوئے۔ جب حضرت سعد نے اپنے بیٹے کو دور سے آتے دیکھا تو فرمایا، اے اللہ مجھے اس اونٹ پر سوار ہو کر آنے والے سے بچانا۔ وہ پاس آکر اونٹ سے اترے اور کہا: تم ادھر اپنے اونٹوں اور بکریوں میں مصروف ہو اور لوگوں کو ملک کے تنازع جات میں چھوڑ دیا ہے؟ حضرت سعد نے ان کے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا چپ ہو جا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے

ان اللہ یحب العبدالتقی الغنی الخفی

ترجمہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ اس بندے کو پسند فرماتا ہے جو متقی ہو، غنی ہو اور چھپ کر زندگی گزارتا ہو (مسلم جلد ۲ صفحہ ۴۰۸)۔

اس سے قبل ہم غیر جانبداری کے حق میں دو صحیح ترین حدیثیں نقل کر چکے ہیں۔ اب آپ پر واضح ہو گیا ہوگا کہ یہ لاتعلقی گوشہ نشنی میں نہیں بدلی بلکہ گوشہ نشینی کی اصل قرآن وسنت کی تصریحات میں پہلے سے موجود ہے۔ واضح رہے کہ قرآن وسنت کے اکثر دلائل کی رو سے نفس کی اصلاح کے لیے گوشہ نشینی اختیار کرنا ایک عارضی اور وقتی چیز ہے۔ جبکہ بعض واضح دلائل سے مستقل طور پر تارک الدنیا ہو جانا بھی بعض بزگوں کے حق میں ثابت ہے۔ جیسے حضرت خواجہ اویس قرنی۔ انہیں حضرت عمر فاروقؓ نے کوفہ کے گورنر کے نام سفارشی خط لکھ دینے کی پیش کش فرمائی تھی تو انہوں نے فرمایا تھا کہ مجھے اس خط کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے زمین کی خاک پر بیٹھنا اور لوگوں سے پوشیدہ رہنا زیادہ پسند ہے (مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۱۱)۔ اس سے پہلے آپ حدیث پڑھ چکے ہیں کہ

ان اللہ یحب العبد التقی الغنی الخفی

ترجمہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ اس بندے کو پسند فرماتا ہے جو متقی ہو غنی ہو، اور چھپ کر زندگی گزارتا ہو (مسلم جلد ۲ صفحہ ۴۰۸)۔

سوال نمبر 6۔ دوسرے مذاہب میں تارک الدنیا لوگ پہلے ہی موجود تھے۔ ہندومت، بدھ مت اور عیسائیت سے متاثر ہو کر اسلام میں بھی بے شمار مشرکانہ خرافات کو داخل کر دیا گیا۔

جواب۔ جس سیڑھی کے ذریعے آپ اس سوال تک پہنچے ہیں ہم نے پچھلی سطور میں اس سیڑھی کے پرخچے اڑا دیے ہیں۔ لہذا یہ سوال بناء الفاسد علی الفاسد کا مصداق ہے۔ یعنی ایسا فساد جس کی بنیاد بھی فساد ہو۔

ثانیاً آپ کے اس سوال میں ہی اس سوال کا جواب موجود ہے۔ چنانچہ آپ فرما رہے ہیں کہ ”دوسرے مذاہب میں تارک الدنیا لوگ پہلے ہی موجود تھے“۔

گویا ان مذاہب میں کچھ لوگ تارک الدنیا تھے اور کچھ لوگ تارک الدنیا نہیں تھے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ اگر ان مذاہب کے تارک الدنیا لوگوں سے مشابہت سے انسان صوفی بن جاتا ہے تو انہی مذاہب میں جو لوگ تارک الدنیا نہیں ہیں ان سے مشابہت کی وجہ سے انسان اہل حدیث کیوں نہیں بن جاتا؟ اور اہل حدیث کی ہندومت، بدھ مت، اور عیسائیت سے مشابہت لازم کیوں نہیں آتی؟

سوال نمبر 7۔ صوبائی گدی نشین پرویز الٰہی نے بھی اپنے پیغام میں تسلیم کیا ہے کہ صوفی ازم کا مرکز ایشیاء اور افریقہ رہا ہے۔ گویا یہ عرب کی پیداوار ہی نہیں۔

جواب:۔ اولاً آپ کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ عرب شریف کون سے براعظم میں واقع ہے۔ یا پھر آپ بلا خوف تردید سب کچھ فرمائے جا رہے ہیں۔ اطلاعاً عرض ہے کہ عرب شریف بھی ایشیاء ہی کا ملک ہے۔ پھر تصوف عرب کی پیداوار کیسے نہیں؟ اگر تصوف کا مرکز ایشیاء اور افریقہ رہے ہیں تو پھر کیا ہوا؟ آپ کا کیا خیال ہے تصوف کا مرکز ایشیا اور افریکہ کے علاوہ کون کون سے براعظم ہونے چاہییں؟ ان دونوں براعظموں کے علاوہ تین براعظم یہ ہیں۔ آسٹریلیا، یورپ اور امریکہ۔ فرمایئے کیا تصوف کا مرکز ان خبیث براعظموں کو ہونا چاہیے تھا؟ آپ کے اس اعتراض سے صاف واضح ہو گیا کہ جو تعیمات ایشیاء اور افریقہ جیسے اسلامی براعظموں سے پھوٹیں وہ آپ کو ناگوار ہیں اور ان دونوں براعظموں کے برعکس یورپ اور امریکہ کی تعلیمات اور نظریات آپ کو مرغوب اور پسند ہیں۔ آپ نے اپنی حقیقت اور اصلیت کا بھانڈا خود چوراہے میں پھوڑ دیا ہے۔ ہم یہی تو چیخ رہے ہیں کہ آپ کے مذہب کو یورپ نے پروان چڑھایا تھا۔ آپ نے پرویز الٰہی کو گدی نشین کہہ کر تصوف کا مذاق اڑایا مگر تقدیر نے آپ کی اپنی زبان سے امریکہ اور یورپ کو غیر مقلد ثابت کر دیا ہے۔ یہی اعتراض مسٹر غلام احمد پرویز نے صحاح ستہ کے مصنفین پر کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ یہ تمام محدثین عجم سے تعلق رکھتے ہیں۔ کوئی بخارا کا رہنے والا ہے، کوئی اسفہان کا کوئی ترمز کا رہنے والا ہے اور کوئی بجستان کا۔ پرویز کا یہ اعتراض سراسر غلط اور جہالت پر مبنی ہے مگر دیکھنا یہ ہے کہ تصوف کے قرآن وسنت سے ثابت ہونے کے باوجود اسے عجم کی پیداوار قرار دینے والے خود جب پرویز کے سامنے پھنستے ہیں تو اس سے کس طرح جان چھڑاتے ہیں۔

سوال نمبر 8۔ کمیونسٹوں نے تصوف کی وجہ سے ہی مذہب کو افیون کا نام دیا تھا۔ اسی نے اسلام کو ترقی نہیں کرنے دی اور اسے لوگوں کے دنیاوی مسائل سے کوئی غرض نہیں۔ اسی کی وجہ سے سیکولر لوگ اسلام سمیت ہر مذہب سے آزاد ہونا چاہتے ہیں۔ یہ سارا قصور تصوف کا ہے۔

جواب:۔ مضمون نویس نے غیر سنجیدگی اور عدم تحقیق کی انتہا کر دی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کمیونسٹوں نے دنیا کے ہر مذہب کو مطلقاً افیون کہا تھا۔ اور اس افیون کو تصوف کے کھاتے میں ڈالنے والے پہلے شخص کا نام جناب ابوالاعلیٰ مودودی ہے جنہوں نے اپنی کتاب تجدید واحیائے دین میں یہ کرتب دکھایا اور امام غزالی رحمت اللہ علیہ اور حضرت مجدد الف ثانی رحمت اللہ علیہ پر صوفی ہونے کی وجہ سے تمیز کے دائرے سے باہر ہو کر تنقید فرمائی۔ اور یہ صاحب آپ ہی کے ہم خیال ہیں۔ ثانیاً لوگوں کے دنیاوی مسائل سے غرض رکھتے وقت یہ بات یاد رکھنی ضروری ہے کہ دنیا کو اہل حدیث حضرات کی طرح ترجیح دینا سراسر باطل ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

اعلموا انما الحيوة الدنيا لعب و لهو و زينة و تفاخر بينكم و تكاثر فى الاموال والا ولاد كمثل غيث اعجب الكفار نباته ثم يهيج فترا مصفرا ثم يكون حطاما وفى الاخرة عذب شديد ومغفرة من الله و رضوان وما الحيوة الدنيا الا متاع الغرور

ترجمہ: یعنی یقین کرلو کہ دنیا کی زندگی صرف کھیل تماشا ہے اور عارضی زینت اور آپس کی مقابلہ بازی ہے اور ایک دوسرے پر مال اور اولاد میں آگے نکلنے کی کوشش ہے۔ اس کی مثال اس بارش کی طرح ہے جس کی پیداوار کسانوں کو پسند آتی ہے پھر جب وہ خشک ہوجاتی ہے تو اسے دیکھنے والے پھر تو اسے دیکھتا ہے کہ وہ زرد ہوگئی پھر اس کے بعد وہ چورہ چورہ ہوجاتی ہے اور آخرت میں نافرمانوں کے لیے سخت عذاب ہے اور فرماں برداروں کے لیے اللہ کی طرف سے مغفرت اور خوشنودی ہے اور دنیا کی زندگی صرف دھوکے کا ساماں (الحدید:۲۰)۔

حبیب کریم ﷺ نے فرمایا

الاان الدنیاملعونة و ملعون مافیهاالاذکرالله وماوالاه وعالم اومتعلم رواه الترمذی وابن ماجة

ترجمہ:۔ یعنی دنیا پر لعنت ہے اور جو کچھ اس میں ہے اس سارے پر لعنت ہے سواء اللہ کے ذکر کے اور اس کے متعلقات کے اور عالم یا شاگرد کے (ترمذی، ابن ماجہ، مشکوۃ صفحہ ۴۴۱)۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ اگر دنیا کی وقعت مکھی کے برابر بھی ہوتی تو اس میں سے کوئی کافر پانی کا ایک گھونٹ بھی نہ پی سکتا (احمد، ترمذی، ابن ماجہ، مشکوۃ صفحہ ۴۴۱)۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ دنیا کی وقعت اللہ کے ہاں ایک مردار جانور سے بھی کم ہے (مسلم جلد ۲ صفحہ ۴۰۷)

حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ کام کاج کی کثرت سے اور چکی پیس پیس کر مجھے تھکن ہوجاتی ہے۔ مجھے ایک نوکر یا خادمہ عنایت فرمادیں۔ آپ ﷺ نے غیر مقلدین کے مذہب پر عمل نہیں کیا بلکہ فرمایا کہ میں تمہیں اس سے بہتر چیز بتا دیتا ہوں۔ ہر نماز کے بعد تینتیس مرتبہ سبحان اللہ، تینتیس مرتبہ الحمد للہ اور چونتیس مرتبہ اللہ اکبر پڑھا کرو۔ مگر نوکر فراہم نہیں فرمایا (بخاری جلد ۲ صفحہ ۹۳۵، مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۴۱)۔

اب فرمایئے اہل تصوف کے ساتھ ساتھ نبی کریم ﷺ پر آپ کا کیا فتویٰ ہے؟ یہ سوال ہم نے اس لیے کیا ہے کہ۔

آپ سلفیوں کا ایک سلف نبی کریم ﷺ کو اعدل یا محمد انک لم تعدل کے الفاظ سے نصیحت کرچکا ہے۔

اب ان دلائل کو پڑھ لینے کے بعد ایک مشہور صوفی رحمت اللہ علیہ کے اس مصرعے کو ذرا غلط ثابت کرکے دکھانا

ادھی لعنت دنیا تائیں تے ساری دنیاداراں ہو

ثالثاً شرعی ضرورت اور اتباع سنت کی حد تک صوفیاء علیہم الرضوان نے ہمیشہ دوسرے لوگوں سے بڑھ کر دنیا میں حصہ لیا ہے اور سیاست اور دینی تعلیمات میں پیش پیش رہے ہیں۔ چنانچہ صوفیاء نے یہاں تک لکھ دیا ہے کہ عوام کے مسائل حل کرانے کی خالص نیت کے ساتھ حکمرانوں سے تعلقات رکھنا بھی جائز ہے۔

رابعاً صوفیاء ہر وقت لوگوں کی خدمت کے لیے کمربستہ رہتے ہیں۔ ذرا کسی آستانے پر تشریف لے جایئے اور روزانہ ہزاروں افراد کی آمدورفت کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھیے فمنهم ذو حاجة ومنهم ذو الحوائج کا منظر یاد آجائے گا۔ چند مجذوب یا غیر ذمہ دار قسم کے نام نہاد صوفیاء کی باتوں کے ہم ذمہ دار نہیں۔ اس قسم کے بے شمار افراد ان ظاہری علما میں بھی ہم دکھا سکتے ہیں جنھوں نے لوگوں کے دنیاوی مسائل حل

کرنے میں کوئی کردار ادا نہیں کیا۔ محض اندر بیٹھ کر شروح اور تفاسیر لکھتے رہے اور بعض نے تو اتنا بھی نہیں کیا۔ اور بعض صرف درباری ملا بن کر زندگی گزار گئے۔ صوفیاء کرام علیھم الرضوان نے ہر زمانے میں افیون کا نشہ کرنے کی بجائے دین کی خدمت کی ہے اور ان کی خدمات کو کوئی دوسرا مائی کا لال نہیں پہنچ سکتا۔ چنانچہ حضرت جنید بغدادی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ صوفی وہ ہے جو خدا اور رسول کی اس طرح اطاعت کرے کہ ایک ہاتھ میں قرآن ہو اور دوسرے ہاتھ میں حدیث (تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۲۱۲)

حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ کی علم کلام پر تحقیقات اور دیگر موضوعات پر تصانیف اہل علم سے مخفی نہیں۔

حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کشف المحجوب میں شریعت پر سخت زور دیا ہے، کم ظرف اور غیر ذمہ دار لوگوں کی سخت تردید کی ہے اور اپنی کتاب کا آغاز علم کے باب سے کیا ہے۔ اس کتاب میں اکثر روایات بخاری شریف سے لی گئی ہیں۔

حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ، نے اپنی کتاب غنیۃ الطالبین میں شرعی علوم کے دریا بہا دیئے ہیں۔ بد مذہب لوگوں اور باطل فرقوں کا نام لے لے کر اور سرخیاں قائم کر کر کے رد فرمایا ہے۔ نیز آپ کا بادشاہ وقت کو سرزنش فرمانا آپ کی سوانح حیات کی کتب میں صراحتاً مذکور ہے۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری قدس سرہ، نے نوے لاکھ ہندوؤں کو کلمہ پڑھایا۔ اگر ان کے نزدیک کفر اور اسلام میں کوئی فرق نہیں تھا تو پھر کسی کو مسلمان کرنے اور کلمہ پڑھانے کا کیا مطلب؟ ہلاکو خان کے مقابلے پر مسلمانوں کے کام آ کر انقلاب برپا کر دینے والا شخص ایک صوفی ہی تھا نہ کہ کوئی غیر مقلد۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے اکبر بادشاہ سے ٹکر لی اور اس کے گھڑے ہوئے دین الٰہی کی سر عام مخالفت کی۔ اقبال علیہ الرحمتہ نے آپ ہی کے بارے میں لکھا ہے۔

گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے　　　جس کے نفس گرم سے گرمئی احرار

آپ نے روافض کے رد میں ایک مستقل کتاب بھی لکھی جس کا نام رد الروافض ہے۔ حضرت میر سید عبدالوحد بلگرامی رحمتہ اللہ علیہ اپنی شہرہ آفاق تصنیف سبع سنابل میں بار بار عقیدہ اہل سنت کی حقانیت پر زور دیتے ہیں بلکہ پہلا باب ہی عقیدوں اور مذہبوں کے موضوع پر مرتب فرمایا ہے اور اہل بدعت روافض کی تباہی کر کے رکھ دی ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ ایک عظیم صوفی بزرگ ہیں۔ آپ نے تصوف کے موضوع پر انفاس العارفین، شفاء العلیل اور الانتباہ فی سلاسل الاولیاء جیسی عظیم المرتبت کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔ صوفی ہونے کے باوجود آپ نے برصغیر کی سیاست میں نمایاں کردار ادا کیا۔ احمد شاہ ابدالی کو افغانستان میں خط لکھا کہ ہندوستان پر حملہ کر دو۔

اگر آپ میں عدل و انصاف کی معمولی رمق بھی موجود ہے تو شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ جیسے محدث کے صوفی ثابت ہو جانے کے بعد صوفیاء کے پیر پکڑ لیجیے یا پھر شاہ ولی اللہ صاحب کو بھی وہی گالیاں دیجیے جو آپ نے دوسرے صوفیاء کو دی ہیں۔

پیر پگاڑا حضرت صبغتہ اللہ شاہ صاحب راشدی قدس سرہ نے انگریز کے خلاف حر مجاہدین کھڑے کر دیے اور بالآخر انگریز ہی کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ حضرت پیر مہر علیشاہ گولڑوی رحمتہ اللہ علیہ نے مرزا قادیانی کا مقابلہ کیا۔ اس کے مناظرے کے چیلنج کو قبول فرمایا اور قادیانیوں کے خلاف شمس الہدایہ اور سیف چشتیائی جیسی بے مثال کتابیں لکھیں۔ خوارج و روافض کی کھلکر تردید فرمائی بلکہ ان موضوعات پر مستقل کتابیں لکھیں۔ پاکستان بنانے میں حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب، حضرت پیر سائیں محمد قاسم مشوری، پیر صاحب مانکی شریف، میرا شریف، زکوڑی شریف، سیال شریف، بھرچونڈی شریف وغیرہم علیھم الرحمتہ نے آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس میں شمولیت فرمائی اور پاکستان

مسلم لیگ کا ساتھ دینے کا اعلان کیا۔

ہمارے شیخ کریم قطب الاقطاب حضرت پیر سائیں محمد قاسم مشوری قدس سرہ نے لاڑکانہ میں بھٹو کے مقابلہ پر الیکشن لڑنے کا اعلان کردیا اور باطل کے رد میں ہر موضوع پر قلم اٹھایا۔ آپ کی تصانیف میں فتاوی قاسمیہ، معلم الفرائض، اوضح البیان (روافض کے رد میں) اور البینات لواضحات (خوارج کے رد میں) اہم کتابیں ہیں۔ حضرت شیخ الاسلام خواجہ قمرالدین سیالوی قدس سرہ جمیعت علماء پاکستان کے صدر منتخب ہو گئے۔ روافض اور خوارج کے رد میں کتابیں لکھیں۔ آپ کی کتاب مذہب شیعہ ایک نہایت محققانہ کتاب ہے۔ افغانستان میں نقشبندی سلسلے کے صوفیاء خانقاہوں سے نکلے اور روس کو تہہ وبالا کر کے دکھادیا۔ یہ محض چند مثالیں ہیں جو ہم نے پیش کیں، ورنہ اس موضوع پر اگر لکھنے بیٹھا جائے تو دفتروں کے دفتر تیار ہو سکتے ہیں۔

آج بھی پاک وہند میں اہم ترین دینی مدارس انہی صوفیاء کے آستانوں پر قائم ہیں۔ لہٰذا صوفیاء کرام علیہم الرضون پر بے حسی، شرعی معاملات میں عدم دلچسپی اور صلح کلی کا الزام نہیں لگایا جاسکتا۔ میڈیا پر واویلا کرنے والے امریکہ کے زرخرید افراد کی الزام تراشیاں کوئی وقعت نہیں رکھتیں۔ ایسے لوگ ہر زمانے میں خریدے جاتے رہے ہیں۔ اکبر بادشاہ نے بھی ایسے ہی لوگوں کو خرید لیا تھا اور یہ دھندا آج بھی جاری وساری ہے۔

خامسا آج سیکولر لوگ اسلام سے آزادی کی بات کر رہے ہیں تو اس میں تصوف کا قصور نہیں۔ میرے محترم سیدھی بات کرو۔ اس میں سارا قصور آپ کے خود ساختہ جہادی لشکروں کا ہے۔ اسلام میں جہاد فرض ہے اور اس کا منکر کافر ہے اور جہاد سے ہماری مراد جہاد بالسیف ہے۔ اس میں جہاد کی اقسام کے ذریعے کسی موڑ توڑ کی گنجائش نہیں۔ موجودہ حکومت جہاد سے غافل، بزدل اور قادیانیت اور امریکہ کی پٹھو حکومت ہے۔ مگر جاہل حکمرانوں سے ہمیں کیا شکوہ۔ آپ تو خود کو اہل حدیث کہتے ہیں۔ ذرا آپ ہی فرمائیے۔ کیا جہاد کا اسلامی حکومت کی سربراہی میں ہونا ضروری نہیں؟ کیا نبی کریم ﷺ نے نہیں فرمایا کہ

انما الامام جنة یقاتل من ورائه ویتقی به (بخاری، مسلم، مشکوۃ صفحہ ۳۱۸)

نیز فرمائیے کہ کیا جہاد کے لیے ماں باپ کی اجازت ضروری نہیں؟ اور کیا بخاری میں پورا باب موجود نہیں ہے جس کا نام ہے لا یجاھد الا باذن لو الدین (بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۸۳) یعنی ماں باپ کی اجازت کے بغیر جہاد نہ کیا جائے؟ اور کیا آپ کی جہادی تنظیم لوگوں کے ماں باپ کی اجازت کے بغیر جہاد پر نہیں لے جاتی رہی؟ یہ بھی فرمائیے، افغانستان اور عراق کی تباہی کا سبب آپ کا انفرادی اور تنظیمی جہاد نہیں بنا؟

کیا آپ نے افغانستان اور عراق کے ننھے منے مسلمان بچوں کے مسائل حل کر کے دکھادیے ہیں؟ اور کیا ان کے مسائل اور مشکلات کا یہی حل تھا؟

الغرض سیکولر لوگوں کو زباں درازی کا موقع تصوف نے نہیں دیا بلکہ خود آپ جناب نے دیا ہے اور آپ ہی لوگوں کو دین سے متنفر کرنے کا سبب بنے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ آپ نے جو الزامات صوفیاء پر تراشے ہیں وہی باتیں خود آپ کے اپنے حق میں ثابت ہونے پر وسعت قلبی کا مظاہرہ فرمائیں گے اور ان باتوں پر سنجیدگی سے غور کریں گے۔

سوال نمبر 9۔ صوفیاء نے اسلامی اقتدار اور حکومت کے مقابلے پر باطنی اقتدار کا ڈھونگ رچایا حتی کہ خلیفہ اور گدی نشین کی اصطلاح بھی اسی ضد میں وضع کرلی۔ غوث کو ولیوں کا خلیفہ اور سربراہ مانا جاتا ہے۔ یہی ان کا سب سے بڑا عہدہ ہے۔ اور ہر نکمے اور سادہ لوح آدمی کو خلیفہ بنا دیا جاتا ہے۔

جواب:۔ ہمیں حیرت ہو رہی ہے کہ آپ کس طرح ڈھٹائی کے ساتھ تصوف کو چربہ کہہ رہے ہیں۔ آپ کے پاس اس کی کیا دلیل ہے؟ اور اس کی کیا

دلیل ہے کہ خلیفہ، گدی نشین اور غوث کو سربراہ حکومت کے مقابلے پر کھڑا کیا گیا ہے۔ صوفیاء کے نزدیک اسلامی زندگی کے تین مختلف شعبے ہیں۔ ان میں سے ہر شعبے کو ڈیل کرنے والے لوگ مختلف ہیں۔ پہلا شعبہ اسلامی حکومت کا ہے ملک میں اسلامی قانون رائج کرنا اور سزاؤں کا نفاذ کرنا، فوجیں تیار رکھنا اور جہاد کرنا اور عوام کی فلاح و بہبود پر توجہ دینا حکومت کی ذمہ داری ہے۔ اسلامی حکومت کا قیام فرض کفایہ ہے حتی کہ رسول ﷺ کی تجہیز و تکفین پر بھی اسے مقدم کر دیا گیا تھا۔ حکومت کی مثال بادام کے بیرونی چھلکے جیسی ہے جو سخت مضبوط ہوتا ہے۔ اور اسے توڑنا آسان نہیں ہوتا۔ حکومت ڈنڈے سے اصلاح کرتی ہے۔ دوسرا شعبہ علماء کرام کا ہے۔ اپنی ضرورت کی حد تک شرعی علوم میں مہارت حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض عین ہے۔ اجتہادی سطح تک علم حاصل کرنا اور لوگوں کو راہنمائی دینا فرض کفایہ ہے۔ علماء کی مثال بادام کے اندر والے چھلکے جیسی ہے جو مغز کے اوپر چڑھا ہوا ہوتا ہے۔ علماء زبان سے اصلاح کرتے ہیں۔ تیسرا شعبہ تصوف اور روحانیت کا ہے۔ اپنے نفس کی اصلاح اور ریا کاری، تکبر، حسد وغیرہ سے بچنا اور نیت کو درست رکھنا ہر مسلمان پر فرض عین ہے۔ لیکن اس میں ایسی مہارت حاصل کرنا کہ دوسروں کو بھی انہی چیزوں کی تربیت دی جا سکے، فرض کفایہ ہے کہ ہر بندے کو خلافت نہیں دی جاتی۔ روحانی شعبے کی مثال بادام کے اندر والے مغز جیسی ہے۔ کیوں آخرت کی بخشش کا دارومدار اسی نفس کی اصلاح اور نیت کی درستی پر ہے۔ تقریباً یہ ساری بحث حضور غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ نے اپنی کتاب سرالاسرار فیما یحتاج الیہ الابرار میں لکھی ہے۔ ہم بار بار واضح کر رہے ہیں کہ غیر ذمہ دار قسم کے لوگوں کی باتیں، شعر اور ان کا ہر کس و ناکس کو خلاف دے دینا ہمارے موضوع سے خارج ہے۔ اس طرح کے لوگ ہر طبقے میں پائے جاتے ہیں۔ خود آپکے غیر مقلدین میں بھی غیر ذمہ دار اور احمق افراد کی کمی نہیں ہوگی۔ آپ خود بتائیے کیا آپ اپنے ہر فرد پر ایک جیسا اعتماد کر سکتے ہیں؟ کیا آپ اپنے تمام علماء کے نظریات اور تحریرات سے متفق ہیں۔ اگر آپ کہہ دیں کہ ہاں، تو ہم آپ کے علماء کی بے ہودہ عبارات کے انبار لگا سکتے ہیں، ذرا سوچ سمجھ کر جواب دینا۔ اور اگر آپ کہہ دیں کہ نہیں، تو پھر یہی معاملہ تصوف کا بھی ہے۔ اگر تصوف میں کسی کو غوث کہہ دیا جاتا ہے تو پھر کیا ہوا؟ صوفیاء کو اپنی اصلاحات وضع کرنے کا مکمل حق حاصل ہے۔ اہل سنت کے علماء تو محدث اور اہل حدیث کا لفظ حدیث کے ہر استاد کے لیے بھی استعمال نہیں کرتے جبکہ آپ کے ہاں ہر اس شخص کو محدث کہہ دیا جاتا ہے جس نے چند سال کسی مدرسے میں دھکے کھا لیے ہوں اور اہل حدیث تو آپ پیدائشی ہوتے ہیں۔ پھر اہل حدیث، محدث اور سلفی کی اصلاح بھی قرآن وسنت سے کہیں ثابت نہیں۔ محض غوث کے لفظ پر اتنی برہمی اور ناراضگی کیوں ہے؟

سوال نمبر 10۔ صوفیاء کے باطنی نظام کے مطابق غوث، قطب اور ابدال کا نظام بنا دیا گیا ہے جو قضا و قدر پر نظر رکھتے ہیں۔ اور ان کی برکت سے بارشیں ہوتی ہیں۔

جواب: اس میں قباحت ہی کیا ہے؟ اولاً تو یہ روحانی باتیں ہیں جنہیں ہر کس و ناکس اور خصوصاً ظاہریت کا حامل نہیں سمجھ سکتا۔ ہم آگے چل کر انشاءاللہ تفصیل سے بیان کریں گے کہ باطنی علوم کہاں سے ثابت ہیں۔ ہم قرآن بھی دکھائیں گے اور احادیث بھی۔ بخاری بھی پڑھیں گے اور مسلم بھی۔ فی الحال اتنا عرض ہے کہ قرآن شریف میں ارشاد باری تعالی ہے

فالمدبرات امرا

ترجمہ: یعنی قسم ہے امر کی تدبیر کرنے والوں کی (النازعات:5)

اس آیت میں اللہ تعالی نے نظام دنیا کی باطنی تدبیر کرنے والوں کی قسم کھائی ہے اور مدبرات امر اگر آپ کے خیال میں فرشتے ہوں تو ہم

پوچھتے ہیں۔ کہ فرشتے بھی تو غیر اللہ ہیں، پھر فرشتوں کو مدبرات امر ماننا شرک کیوں نہیں؟ یدبر الامر یعنی اللہ خود امر کی تدبیر فرماتا ہے (سجدہ ۵ یونس ۳۱) قرآن کے ان الفاظ میں اللہ نے خود اپنے آپ کو امر کی تدبیر کرنے والا قرار دیا ہے۔ مگر اوپر والی آیت میں مدبرات امر غیر اللہ کو کیوں کہہ دیا؟

ثانیا حدیث شریف میں ہے کہ عن علیؓ قال سمیت رسول اللہ ﷺ یقول الابدال یکونون بالشام وھم اربعون رجلا، کلمامات رجل ابدال اللہ مکانہ رجلایسقی بھم الغیث وینتصر بھم علی الاعداء ویصرف عن اھل الشام بھم العذاب رواہ احمد یعنی ابدال شام میں ہوں گے اور وہ چالیس مرد ہوں گے، جب بھی کوئی ابدال فوت ہوگا تو اللہ تعالی اس کی جگہ پر نیا ابدال بھیج دے گا، ان کی برکت سے بارشیں ہوں گی اور ان برکت سے دشمنوں کے خلاف مدد ملا کرے گی اور ان کی برکت سے شام والوں سے عذاب ٹلا رہے گا (مسند احمد جلد اصفحہ ۲۳۹، صفحہ ۶۴۲)۔

اس حدیث میں نہ صرف ابدالوں کا ذکر ہے بلکہ ان کی برکت سے عذاب ٹل جانے کا ذکر بھی موجود ہے۔ آپکے نزدیک امام احمدؒ بن حنبل تو محدث ہی ہوں گے۔ آپ امام بخاری علیہ الرحمہ کے استاد ہیں نہ کہ کس وناکس۔ یہ حدیث انہوں نے اپنی کتاب مسند احمد میں بیان فرمائی ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: الابدال فی ھذہ الامتہ ثلاثون مثل ابرھیم خلیل الرحمن عزوجل کلماماتٍ رجل ابدل اللہ تبارک وتعالی مکانہ رجلا یعنی اس امت میں ابراہیم خلیل اللہ سے مشابہت رکھنے والے تیس ابدال ہوا کریں گے۔ ایک ابدال فوت ہوگا اس کی جگہ اللہ تعالی دوسرا ابدال بھیج دے گا (مسند احمد جلد ۵ صفحہ ۳۷۹)۔ اس حدیث کی سند میں کلام ہے مگر ہر کلام بھی حتمی نہیں ہوتا اور پھر دوسری احادیث کی تائیدا سے قوت بھی فراہم کر رہی ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ

اذاضل حدکم شیئااوارادعوناوھو بارض لیس بھا انیس، فلیقل یا عباداللہ اعینونی، فان للہ عبادالانراھم یعنی جب تم میں سے کسی کی کوئی چیز پردیس میں گم ہو جائے یا اسے مدد کی ضرورت ہو تو اسے پکارنا چاہیے کہ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ بے شک اللہ کے کچھ بندے ایسے بندے ہوتے ہیں جو ہمیں نظر نہیں آتے (رواہ الطبرانی وکذافی مجمع الزوئدوالحصین وکتاب الاذکار للنووی، والحدیث صحیح، وثق رجالہ، المستند صفحہ ۲۰)۔

یہ حدیث صحیح ہے اور خصوصا حصن حصین کے مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کتاب میں صحیح احایث کا اہتمام کیا ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ مولا علیؓ سے کسی نے کہا کہ شام والوں پر لعنت بھیجیں۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے کہ وہاں ابدال ہوں گے جن کی برکت سے بارش ہوگی اور دشمنوں کے خلاف مدد ملے گی اور عذاب ٹلا رہے گا۔ جب ایک ابدال چلا جائے گا تو اللہ تعالی اس کی جگہ پر دوسرا بھیج دے گا۔ (مشکوۃ صفحہ ۵۸۲)۔

حدیث کے الفاظ فان للہ عباد الا فراھم (اللہ کے بندے ایسے موجود ہوتے ہیں جنہیں ہم نہیں دیکھ سکتے) سے اخذ کرتے ہوئے ان ابدالوں کو رجال الغیب کہا جاتا ہے۔

سوال نمبر ۱۱: ابن عربی کے نزدیک صوفیاء کی ولایت نبوت سے بھی افضل ہے۔ مرزا قادیانی کو یہیں سے نبوت کا دعوی کرنے کا موقع ملا تھا۔

جواب:۔ ابن عربی رحمت اللہ علیہ کے نزدیک نبی کا خدا سے تعلق اسی نبی کی ولایت کہلاتا ہے اور نبی کا انسانوں سے تعلق اسی نبی کی نبوت کہلاتا ہے۔ نبی کی اپنی ولایت یعنی خدا سے دوستی اس کی اپنی نبوت یعنی انسانوں سے تعلق سے افضل ہے۔ یہ بات شیخ اکبر کی کتب اوران کی شروح میں تفصیل سے موجود ہے۔ پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمت اللہ علیہ نے اپنی کتاب سیف چشتیائی میں بھی اس کی اسی طرح وضاحت فرمائی ہے اور مرزا قادیانی کا ناطقہ بند کر کے رکھ دیا ہے اور آپ کے ہم خیال غیر مقلد عالم ابراہیم سیالکوٹی صاحب نے اس کتاب سیف چشتیائی کو بہت پسند کیا اور اسی سے متاثر ہو کر اپنی کتاب شھادۃ القرآن پر پیر صاحب سے تقریظ بھی لکھوائی۔ شیخ اکبر سیدنا محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم اسلام کی نبوت تک پہنچنا ناممکن ہے۔ اسے ہم اپنے سے اس طرح بلند دیکھتے ہیں جس طرح آسمان کے ستارے ہم سے بلند ہیں۔ ابن عربی علیہ الرحمۃ کے اصل الفاظ یہ ہیں لایصح ان ینال مقام النبوۃ انانراہ کالنجوم علی السمآء. شیخ اکبر کی عبارات کو سمجھنا ہر کس وناکس کا کام نہیں۔ خصوصاً آپ جیسے اہل ظواہر اور متعصبین کے بس میں تو بالکل ہی نہیں ہے۔ باقی رہا مرزا قادیانی تو اس ظالم نے صوفیاء کے اقوال کو ہی نہیں بلکہ دوسرے علماء کے اقوال کو اور اس سے بڑھ کر قرآن وسنت کو بھی اپنی نبوت کی بنیاد بنانے کی کوشش کی ہے۔ بلکہ غلام احمد پرویز تو یہاں تک کہتا ہے کہ احادیث کا ذخیرہ مرزا کو نبی بنانے کا سبب بنا۔ اور خود مرزا نے آپ کے غیر مقلد عالم مولوی نذیر حسین دہلوی کے بیانات کو اپنی نبوت کی بنیاد قرار دیا ہے۔

سوال نمبر۱۲: وحدت الوجود، وحدت الشھود اور حلول کے عقائدے سے ہر چیز کو خدا بنا دیا جاتا ہے۔

جواب: آپ نے یہ باتیں لکھتے وقت دیانت داری سے کام نہیں لیا۔ اگر آپ محقق ہوتے تو ایسی الزام تراشی کرتے وقت خدا کا خوف کر لیتے۔ آپ نے محسوس کیا ہوگا کہ آپ کی طرف سے اٹھائے جانے والے اعتراضات کو جب ہم اس مضمون میں نقل کرتے ہیں تو مکمل ایمانداری سے نقل کر کے پھر اس کا رد لکھتے ہیں۔ بلکہ بعض مقامات پر ہم نے خود اپنے اوپر اس طرح سخت سوالات وارد کیے ہیں کہ اس طرح سوال بنانے کا شعور آپ کو خود بھی نہیں تھا۔ ایک دیانتدار محقق کا یہی انداز ہونا چاہیے۔ اگر ہمت ہے تو صوفیاء کے حلولی ہونے کا ثبوت پیش کیجیے۔

یاد رکھیے کہ حلولی کا نظریہ سراسر کفر والحاد ہے اور صوفیاء کرام اس سے سو فیصد بری الذمہ ہیں۔ البتہ تجسیم خداوندی کا نظریہ آپ کے پیشوا ابن تیمیہ کے ہاں ضرور پایا جاتا ہے۔ باقی رہا وحدت الوجود اور وحدت الشھود۔ تو اس موضوع پر تفصیل سے عرض کرنے کی بجائے ہم قرآن وسنت کی تصریحات آپ کے سامنے رکھ دیتے ہیں۔ آپ خود نتیجہ نکال لیجیے۔ ہم نتیجہ اس لیے بیان نہیں کر رہے کہ ہم پر ان دلائل کی ایسی تعبیر کا الزام نہ لگے جو تعبیر آپ نے اپنی مخصوص عینک کے ساتھ صوفیاء کے ہاں تلاش کر لی ہے۔

(۱)۔ اللہ کریم فرماتا ہے اللہ نور السموت والارض اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔

(۲)۔ فرماتا ہے نحن اقرب الیہ من حبل الورید

(۳)۔ فرماتا ہے اینما تولوا فثم وجہ اللہ

(۴)۔ اور فرماتا ہے ومارمیت اذرمیت ولکن اللہ رمی

(۵)۔ اور فرماتا ہے۔ ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ

حدیث پاک میں ہے

(۱)۔من عادی لی ولیا فقد آذنته بالحرب وماتقرب الی عبدی بشی احب الی مما افترضت علیه، وما یذال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احبته، فاذااحبته فکنت سمعه الذی یسمع به وبصره الذی به ویدہ التی یبطش بها ورجله التی یمشی بها وان سالنی لا عطینه ولئن استعاذنی لا عیذنه، وما ترددت عن شی آنا فاعله ترددی عن نفس المومن یکره الموت وآنا اکره مسائته ولا بدوله منه رواه البخاری (مشکوٰۃ صفحہ ۱۹۷، المستند صفحہ ۲۴۳)۔

(۲)۔الاکل شی ماخلاالله باطل رواہ مسلم والبخاری

(۳)۔انامع عبدی اذاذکرنی وتحرکت بی شفتاه (بخاری، مشکوٰۃ صفحہ ۱۹۹)۔

قرآن وسنت کے اس قدران گنت بیانات سے بھی صوفیاء کرام نے حلال کو ہرگز ثابت نہیں فرمایا بلکہ کائنات کو محض اس کی جلوہ گاہ قرار دیا ہے۔ ہر چیز کا فنا ہو جانا اور صرف خدا کا باقی رہنا الگ چیز ہے اور ہر چیز کا خود خدا بن جانا الگ چیز ہے پہلی چیز حق ہے اور دوسری چیز کفر ہے۔

سوال نمبر ۱۳: صوفیاء کے نزدیک قرآن وسنت کے ایک ظاہر معنی ہوتے ہیں اور ایک باطنی۔ اس نظریے کی بنیاد ابن عربی نے رکھی۔ حالانکہ خطبہ حجتہ الوداع کے موقع پر نبی کریم ﷺ نے الاهل بلغت فرمایا تھا اور سب صحابہ نے جواب دیا تھا بلی۔ کسی صحابی کو ظاہری اور کسی کو باطنی معنی بتانا یکسانیت نہیں اور ایسا عقیدہ رکھنا نبی کریم ﷺ پر الزام ہے۔

جواب:۔ حضرت موسیٰ اور خضر علیہ اسلام کا واقعہ قرآن میں مذکور ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ واسلام کے پاس ظاہری علم تھا اور حضرت خضر علیہ السلام کے پاس باطنی علم تھا۔ فرمایئے علم کی یہ تقسیم کس نے کی ہے صوفیاء نے یا خدا نے؟

ثانیاً حدیث شریف میں ہے کہ حضرت خضر علیہ اسلام حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا تھا کہ انک علی علم من علم الله علمکه الله لا اعلمه وانا علی علم من علم الله علمنیه، یعنی آپ کے پاس ایسا علم ہے جسے میں نہیں جانتا اور میرے پاس ایسا علم ہے جسے آپ نہیں جانتے (بخاری جلد اصفحہ ۲۳، مسلم جلد ۲۶۹)۔

اب فرمایئے بخاری اور مسلم آپ کی مرغوب کتابیں ہیں کہ نہیں۔ کیا یہ حدیث صحیح ہے کہ نہیں؟ کیا اس حدیث میں علم کی دوقسمیں بیان کی گئی ہیں کہ نہیں؟ کیا ان دو مختلف علوم کے حاملوں کا واقعہ کافی تفصیل کے ساتھ قرآن میں بھی ہے کہ نہیں؟ یہ بھی بتایئے کہ حضرت خضر کو چل کر موسیٰ کے پاس جانا پڑا تھا یا کہ موسیٰ کو چل کر خضر کے پاس جانا پڑا تھا؟ ظاہر علم کی اہمیت اور مرتبہ زیادہ نکلا یا باطنی علم کا؟ بخاری کے اسی باب میں اسی صفحہ پر یہ حدیث بھی درج ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دوعلم سیکھے ہیں۔ ایک علم وہ ہے جسے میں بیان کرتا ہوں۔ دوسرا علم وہ ہے کہ اگر بیان کروں تو لوگ میری گردن کاٹ دیں (بخاری جلد اصفحہ ۲۳)۔

اب ذرا ہوش سنبھال کر بولیے۔ علم کی یہ دوقسمیں صوفیاء بیان کر رہے ہیں یا ابو ہریرہ بلکہ حبیب کبریا علیہ التحیۃ الثناء؟ یہ بھی فرمایئے کہ اس حدیث میں علم کی دوسری قسم سے مراد کچھ بھی سہی۔ پوچھنا یہ ہے کہ وہ دوسرا علم تمام صحابہ کو کیوں نہ بتایا گیا۔ بلکہ اگر انہیں بتایا جائے تو وہ ابوھریرہ کی گردن کیوں کاٹتے ہیں؟ کیا ہے آپکے پاس الاهل بلغت کا جواب؟ اور کیا ہے آپ کے پاس صحابہ کے بلی کہنے کا جواب؟ مزید سنیے۔ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لکل ایته منهاظهر و بطن ولکل حد مطح رواہ فی زرح السنته یعنی ہر آیت کا ایک ظاہر ہے اور ایک بطن ہے اور ہر علم والے کے علم کی ایک حد ہے (مشکوٰۃ صفحہ ۳۵، المستند صفحہ ۱۰۰)۔ یہ ابن عربی نہیں بلکہ اللہ کے رسول ﷺ ہیں اور اس ارشاد کو روایت

کرنے والے ابن مسعود ہیں۔ جو سفر و حضر میں حضور ﷺ کے ساتھی ہیں اور جلیل القدر صحابی ہیں۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ العلم علمان ، فعلم فی القلب فذاک العلم النافع ، و علم اللسان فذاک حجه الله عزوجل علی ابن آدم رواه الدارمی یعنی علم کی دو قسمیں ہیں۔ ایک علم قلب میں ہوتا ہے اور یہی علم نافع ہے۔ دوسرا علم زبان پر ہوتا ہے اور یہ علم آدم کی اولا پر اللہ کی حجت ہے (مشکوٰۃ صفحہ ۳۷، المستند

سوال نمبر ۱۴: عبداللہ بن سبا یہودی اس باطنی تحریک کا سب سے بڑا پرچارک تھا حضرت علیؓ نے حلولیوں کو زندہ جلادیا تھا۔ منصور حلاج نے اسی بنا پر خدائی کا دعویٰ کر دیا تھا۔

جواب:۔ ہم قطعی دلائل سے ثابت کر چکے ہیں کہ باطنی علوم کا پرچارک خود خدا ہے۔ جہاں تک عبداللہ بن سبا یہودی کا تعلق ہے تو وہ بدبخت مولا علیؓ کی الوہیت اور خلافت بلافصل کا پرچارک تھا۔ وہ رافضی تھا اور رافضوں کی نشانی حدیث میں یہ بیان ہوئی ہے کہ وہ اپنے سے پہلے والے مسلمانوں پر کیچڑ اچھالیں گے (صواعق محرقہ مصنفہ ابن حجر مکی صفحہ ۱۶۱)

اولیاء کرام پر کیچڑ اچھال کر آپ نے خود ثابت کر دیا ہے کہ ابن سبا اینڈ کمپنی کی علامات اور نشانیاں خود کو اہل حدیث کہلانے والوں میں پائی جا رہی ہیں۔ باقی رہا ابن منصور حلاج رحمت اللہ علیہ کا دعویٰ انا الحق، تو اس سلسلے میں گزارش ہے کہ ابن منصور کا سب سے پہلے نوٹس لینے والی ہستی حضرت جنید بغدادی قدس سرہ، ہیں۔ حضرت داتا گنج بخش رحمت اللہ علیہ نے بھی ان پر سخت گرفت فرمائی ہے۔ اور ان کے دعوے کو غلط قرار دیا ہے۔ وہ اپنی کتاب کشف المحجوب میں لکھتے ہیں کہ ایک دن حسین بن منصور حلاج حضرت جنید بغدادی کی صحبت میں جا کر بیٹھ گئے۔ آپ نے پوچھا میرے پاس کیوں آئے ہو؟ انہوں نے کہا آپ کی صحبت سے مستفید ہونے آیا ہوں، ۔ آپ نے فرمایا میری صحبت میں بیٹھنے کے لیے دماغی صحت کی ضرورت ہے اور تمہارے پاس دماغ نہیں ہے (کشف المحجوب فارسی صفحہ ۱۹۸)۔ اولیائے کرام علیہم الرضوان نے ابن منصور کے اس دعوے کو غلبۂ حال اور عدم برداشت پر محمول فرمایا ہے۔ اور کسی مسلمان کے بارے میں حسن ظن سے کام لینا اور اس کی بات کا اچھا محمل تلاش کرنا واجب ہوتا ہے۔ آپ نے خود لکھا ہے کہ علماء حق نے اس پر سخت گرفت فرمائی۔ تو پھر مان لیجیے کہ جنید بغدادی اور داتا صاحب جیسے صوفیاء علمائے حق ہیں۔ باقی رہا ابن منصور کو قتل کرنے کا اقدام۔ تو یہ اقدام حکومت کا ہی کام ہوتا ہے۔ حکومت وقت نے یہ کام کر دیا تھا۔

سوال نمبر ۱۵۔ عالم کفر کے لیے تصوف میں کشش اس لیے ہے کہ تصوف جہاد سے منع کرتا ہے۔

جواب:۔ کسی صوفی کی وہ عبارت ہمیں دکھائی جائے جس میں اس نے کہا ہو کہ جہاد منع ہے۔ ہم انشاءاللہ خود اس پر لعنت بھیجیں گے۔ اگر آپ ایسا نہ کر سکیں تو پھر آپ خود جھوٹ بول رہے ہیں بلکہ جھوٹ سے بڑھ کر بہتان لگا رہے ہیں۔ جھوٹے پر لعنت ہے اور بہتان باندھنے والے پر کیا کچھ ہوگا خود اندازہ فرمالیجیے۔

ثانیاً صوفیاء کی نرم دلی اور ان میں سے بعض غیر ذمہ دار افراد کے کلام کو غلط مفہوم پہنا کر آپ نے جہاد کا انکار برآمد کر لیا ہے۔ یہی غلط مفہوم عالم کفر نے قرآنی آیات اور احادیث کو پہنانا شروع کر رکھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بھانت بھانت کے گمراہ لوگوں سے پہلے انہوں نے نبی کریم ﷺ کا اسم گرامی بھی لکھ دیا ہے۔ بلکہ جس طرح آپ نے صوفیاء کے شعروں کو غلط مفہوم پہنایا ہے اسی طرح کفار نے حدیث کے الفاظ کلکم بنی آدم و آدم من تراب کو غلط مفہوم پہنایا ہے۔ ہمارے خیال کے مطابق صرف صوفی کونسل کے منتظمین ظالمین کو ہی اللہ سے معافی نہیں مانگنی چاہیے بلکہ ان کے ساتھ ساتھ آپ کو بھی اللہ سے معافی مانگنی چاہیے۔

سوال نمبر۱۶:۔ علامہ اقبال نے فلاں فلاں شعر تصوف کے خلاف لکھا ہے۔

جواب:۔ آپ نے اقبال کے اشعار کو بھی حسب عادت غلط مفہوم پہنایا ہے۔ مگر ہم اس موضوع پر وقت اور کاغذ ضائع کرنے کی بجائے اتنا عرض کرتے ہیں کہ جس مولانا روم کو آپ گمراہ صوفیوں میں شمار کرتے ہیں یہ اقبال خود اسی مولانا روم کا شاگرد کہتے ہیں۔ چنانچہ اقبال نے ''پیر رومی اور مرید ھندی'' کے عنوان سے ایک طویل مکالمہ تحریر کیا ہے جو کلیات اقبال میں موجود ہے۔ اس میں تصوف کی زبردست گہری اور باریک باتیں ہیں۔ ''مکالمہ ابلیس و جبریل'' کو اگر ظاہری نظر سے دیکھا جائے تو اقبال علیہ الرحمۃ ان صوفیوں سے بھی بڑھ گئے ہیں جنکے پیچھے آپ ہاتھ دھو کر پڑے ہوئے ہیں۔ اپنی کتاب بانگ درا کے صفحہ ۸۱ پر حضرت بلال حبشی کی مدح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ادائے دید سراپا نیاز تھی تیری　　کسی کو دیکھتے رہنا نماز تھی تیری

اذاں ازل سے ترے عشق کا ترانہ بنی　　نماز اس کے نظارے کا اک بہانہ بنی

اسی بانگ درا کے صفحہ ۹۶ پر ''التجائے مسافر بدرگاہ حضرت محبوب الٰہیؒ، دہلی'' کا عنوان قائم کر کے اس کے تحت حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء کی مدح سرائی کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

فرشتے پڑھتے ہیں جس کو وہ نام ہے تیرا　　بڑی جناب تری فیض عام ہے تیرا

ستارے عشق کے تیری کشش سے ہیں قائم　　نظام مہر کی صورت نظام ہے تیرا

علامہ اقبال علیہ الرحمہ کے یہ اشعار شرعی طور پر کیا حیثیت رکھتے ہیں، یہ ایک الگ بحث ہے۔ ہم تو صرف یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ جس اقبال کو آپ نے اپنا ہمنوا بنانا چاہا تھا وہ آپ کا ہاتھ جھٹک کر آپ کے فتویٰ زدہ صوفیاء میں جا کر بیٹھ گیا ہے۔ وہ تو حضور ﷺ کے رخ زیبا کی دید کو بلال کی نماز قرار دے رہا ہے اور جس نظام الدین اولیاء کو آپ مشرک سمجھتے ہیں اقبال اس کی قبر کی بھی مدح سرائی کر رہا ہے۔ ہم نے اقبال علیہ الرحمۃ کی باتوں کے محض چند نمونے پیش کر دیے ہیں۔ تفصیل درکار ہو تو ان کا سارا کلام پڑھ کر دیکھ لیجیے، وہ خود صوفیاء کے ہم خیال ہیں۔ لہذا آئندہ اقبال کا نام اپنے ہم نواؤں میں لکھنے سے توبہ فرما لیجیے اور بچوں والی باتیں تحریر نہ فرمایا کیجیے۔

سوال نمبر۱۷: اکبر باشاہ نے اسی تصوف کی بنیاد پر دین الٰہی ایجاد کر لیا تھا۔ اس وقت کے مسلمانوں نے اسے رد کر دیا تھا۔

جواب:۔ اکبر کی خباثت کو رد کرنے والوں کو آپ مسلمان کہا ہے؟ ذرا سینے وہ کون سے مسلمان تھے۔ وہ کوئی اہل حدیث تھا یا ایک صوفی کامل۔ اکبر کا مقابلہ کرنیوالی تن تنہا شخصیت کا نام مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہ، العزیز ہے۔ آپ نے اکبر کو سجدہ نہیں کیا۔ جیل میں بند کر دیے گئے۔ آپ جیل میں ہی تھے کہ اکبر مر گیا۔ اکبر کے بیٹے جہانگیر نے تخت سنبھالا تو اسے نبی کریم ﷺ نے خواب میں تشریف لا کر فرمایا کہ ہم تم سے ناراض ہیں۔ تم نے ہمارے دوست احمد سرہندی کو قید کر رکھا ہے۔ وہ صبح اٹھ کر سیدھا جیل پہنچا اور حضرت مجدد کو رہا کرنا چاہا۔ آپ نے فرمایا میں اس وقت تک رہائی قبول نہیں کروں گا جب تک سجدہ تعظیمی کی بدتمیزی ختم نہیں کی جاتی۔ جہانگیر نے سجدہ تعظیم ختم کرنے کا وعدہ کر لیا۔ آپ جیل سے باہر تشریف لے آئے۔ یہی وہ صوفی ہیں جو وحدت الشہود کے قائل تھے جسے آپ کفریات کی فہرست میں ٹانک چکے ہیں۔ اور یہی وہ صوفی ہیں جنھوں نے اکبر کے دین الٰہی کو جڑ سے اکھاڑ دیا تھا۔ یہ کام کسی اہل حدیث نے نہیں بلکہ صوفی کامل نے سرانجام دیا تھا۔ للہ الحمد

وما علینا الا البلاغ　　صلی اللہ علی محمد والہ وسلم

☆......☆......☆

جارحانہ امریکی عزائم۔۔۔۔۔۔۔اور ہماری خارجہ پالیسی

تحریر: خواجہ محمد ناصر رحمانی (مرکزی امیر شیران اسلام پاکستان)

امریکہ اب تک جو مطالبے کرتا رہا ہے پاکستانی قوم کو اس سے کوئی سروکار تھا اور نہ وہ اس کی نام نہاد دہشت گردی کی جنگ میں اس کے ساتھ شریک ہوئی۔ لیکن اس جنگ کا سب سے زیادہ خمیازہ معصوم پاکستانی عوام نے ہی بھگتا ہے۔ کیا امریکہ میں اتنے بم دھماکے ہوئے ہیں جتنے پاکستان میں ہوئے؟ اب تک کئی سو بے گناہ پاکستانی اس نام نہاد جنگ کی بھینٹ چڑھ چکے ہیں۔ قبائلی علاقوں میں نو سو سے زائد پاک فوج کے جوان جو اسی قوم کے بیٹے ہیں شہید کر دیئے گئے۔ ایک قوم کا اپنی فوج کے ساتھ کس قدر محبت کا رشتہ ہوتا ہے اس بات سے پاکستانیوں سے زیادہ شاید ہی کوئی اور قوم واقف ہو۔ مگر حکمرانوں نے امریکی مفادات کی بھٹی میں اس رشتے تک کو جھونک دیا ہے۔ یہ سب کچھ کرا دینے کے باوجود امریکیوں کی آنکھیں ٹھنڈی نہیں ہو رہی اور وہ ''مزید کچھ کرو'' کی رٹ لگائے ہوئے ہیں۔ یہ بات اب ڈھکی چھپی نہیں رہی کہ دہشت گردی کے خاتمہ کے نام پر امریکی مفادات کی جنگ میں خود کو امریکہ کا فرنٹ لائن اتحادی بنا کر اور اسکے احکام کی تعمیل میں اپنے شہریوں کی لاشیں لا کر بھی ہمارے حکمران نہ اسے خوش کر سکے ہیں اور نہ اس کا اعتماد حاصل کر پائے ہیں۔ جبکہ مبینہ دہشت گردوں کے خاتمے کے لئے ہماری سرزمین کے اندر کارروائیاں کرنے کی دھمکیاں دینے کے معاملہ میں امریکہ اور اس کے حواریوں کے حوصلے مزید بلند ہو گئے ہیں صرف دھمکیاں ہی نہیں دی جا رہی ہیں پاکستان پر حملہ آور ہونے کی باقاعدہ تیاریاں بھی کی جا رہی ہیں جس کی امریکی جریدے نیوز ویک کی حالیہ رپورٹوں سے بخوبی نشاندہی ہو رہی ہے۔ امریکی ایوان نمائندگان کا منظور کردہ بل بھی اس سلسلے کی کڑی نظر آتا ہے اور شواہد یہی بتا رہے ہیں کہ مبینہ دہشت گردوں کے تعاقب کی آڑ میں امریکی نیٹو افواج ہماری سرزمین میں داخل ہونے کی تیاریاں مکمل کر چکی ہیں جس کے لئے امریکی حکام جانب سے پہلے بھی باور کرایا جا چکا ہے کہ پاکستان کے اندر کارروائی کیلئے ہمیں حکومت پاکستان سے کسی قسم کی اجازت لینے کی بھی قطعاً ضرورت نہیں ہے۔ حالات جس طرف جا رہے ہیں اس کے تناظر میں صاف نظر آ رہا ہے کہ امریکہ پاکستان کو انتشار کا شکار بنا کر اس کی سالمیت کے درپے ہو چکا ہے اس صورتحال سے ایک طرف کٹھ پتلی افغان انتظامیہ فائدہ اٹھا رہی ہیں دوسری جانب بھارت کشمیر کے معاملے پر ادھار کھائے بیٹھا ہے۔ لہذا مشرف انتظامیہ کو چاہیے کہ کم از کم سینٹ کی خارجہ کمیٹی کے مطالبات منظور کرتے ہوئے امریکہ کو صاف جواب دے کہ اس سے زیادہ کچھ بھی کرنا اس کی سلامتی کے لئے ناقابل برداشت نقصان کی صورت اختیار کر سکتا ہے۔ پاکستانی سینٹ کمیٹی میں صحیح کہا گیا ہے کہ امریکی لب ولہجہ قابل مذمت ہے، بھارت کے ساتھ جوہری معاہدہ دوہرے معیار کی علامت ہے۔ اب پالیسی پر نظر ثانی کا وقت آ چکا ہے کیونکہ امریکہ اسامہ کے بہانے کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا سکتا ہے۔ بھارت کے ساتھ دوستی کی پینگیں ضرورت سے زیادہ بڑھ چکی ہیں۔

خارجہ امور کمیٹی نے جہاں حکومت سے یہ تقاضا کیا ہے کہ پاکستان کے علاقوں میں براہ راست کارروائی کی صورت میں دہشت گردی کے خلاف تعاون ختم کر دیا جائے وہاں یہ تقاضا کیا جانا بھی ضروری ہے کہ ملکی وقومی دفاع کو مضبوط بنایا جائے اور اس کی خاطر ملک کی مسلح افواج کا سیاسی معاملات اور حکومتی ذمہ داریوں سے باہر نکال کر ملک کی سرحدوں کی حفاظت کی اصل ذمہ داریوں کی جانب لوٹایا جائے اور مسلح افواج کی قیادت مستعد ہاتھوں میں دی جائے۔ قومی مفادات کے تقاضوں کے تحت از سرِ نو ملک کی خارجہ وداخلی پالیسیوں کا تعین کیا جائے اور قومی یکجہتی کی فضا پیدا کرنے کیلئے ملک کو باوردی جمہوریت سے نجات دلانے کی قومی مطالبہ تسلیم کر لینا چاہئے۔ اس وقت جبکہ ہمارے دشمنوں کے عزائم بھی کھل کر سامنے آ چکے ہیں اور ہماری سالمیت کے خلاف ان کی تیاریاں بھی نظر آ رہی ہیں۔ جنرل مشرف کو خود اپنی خارجہ پالیسیوں پر نظر ثانی کرتے ہوئے انہیں قومی مفادات سے ہم آہنگ کرنا چاہئے اور قومی جذبات کی ترجمانی کرتے ہوئے خود کو امریکی مفادات کی جنگ سے باہر نکال لینا چاہئے اور ایک ایٹمی قوت کی حیثیت سے ہماری دفاعی صلاحیتوں کا احساس دلانا چاہئے تا کہ وہ ہماری سرزمین میں گھسنے اور ہم پر حملہ آور ہونے کا ارادہ ترک کر دے اب ہم امریکی تابعداری کو برقرار رکھنے کی پالیسی کے کسی صورت متحمل نہیں ہو سکتے۔ لہذا ملک کی سالمیت کو لاحق ان سنگین خطرات کی بنیاد پر ضروری ہو گیا ہے کہ یہ معاملہ پارلیمنٹ میں پیش کر کے ارکان پارلیمنٹ اور قوم کو حقیقی صورتحال سے آگاہ کیا جائے اور قومی دفاع کے تقاضوں کے تحت قومی یکجہتی کی راہ ہموار کرنے کیلئے پارلیمنٹ کے اندر اور باہر تمام قومی سیاسی، مذہبی قائدین کو اعتماد میں لیا جائے اور اجتماعی جذبے کے تحت ملکی وقومی دفاع کی حکمت عملی فوری طور پر طے کی جائے۔

رمضان المبارک اور تعمیر کردار

حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ

ایمان وخلاق:

انسان کی عظمت کی اہم پہچان اس کا کردار ہے۔ کسی کو اچھا یا برا کہنے کا مطلب دراصل اس کے کردار کو اچھا برا کہنا ہوتا ہے۔ کردار میں عام طور پر کسی انسان کے معاملات واخلاق کا پہلو بہت اہم سمجھا جاتا ہے۔ جہاں تک عقائد کا تعلق ہے، دوسری قومیں کردار کے معاملے میں اسے بنیادی اہمیت نہیں دیتیں۔ اور یوں عموماً ان کے نزدیک کردار کی اچھائی کے لئے کسی روحانی نظام کی بنیاد ضروری نہیں۔ اسلام دین حق ہے، یہ پورے انسان کو سنوارنا چاہتا ہے اور دو جہان میں اس کو کامیاب دیکھنا چاہتا ہے۔ اس کے ہاں سیرت وکردار کی تعمیر واصلاح کسی کھوکھلے نظریئے پر مبنی نہیں بلکہ اس کی بنیاد ایمانی وروحانی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دوسری قومیں جسے صرف ''جرم'' (اور ملکی وقومی قانون کی خلاف ورزی) سمجھتی ہیں۔ اہل اسلام کے نزدیک وہ ''گناہ بھی ہے اور اس پر صرف اس دنیا میں باز پرس نہیں بلکہ اگلے جہان میں خداوند قدیر خود حساب لے گا۔ کسی انسان کو دھوکا دینا کسی کا حق مارنا' کسی کو قتل کرنا دوسروں کے ہاں بھی جرائم ہیں مگر صرف قومی ومعاشرتی قسم کے اس سے زیادہ ان کی کوئی حیثیت نہیں۔ اسلام دنیوی سزاؤں کے علاوہ انہیں آخرت میں بھی قابل گرفت گردانتا ہے اور یونہی اس کی نظر میں اچھے اخلاق والا انسان اچھا شہری ہی نہیں، اچھا مومن بھی ہے۔ ایمان اگرچہ عقیدوں کا نام ہے مگر ان کا عملی اظہار انسان کی عبادات سے ہی نہیں، اس کے اخلاق، کردار اور معاملات سے بھی ہوتا ہے۔ خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بار بار اس حقیقت کو واضح فرمایا ہے مثلاً ایک حدیث پاک ہے۔

اَکْمَلُ الْمُؤْمِنِیْنَ اِیْمَانًا اَحْسَنُھُمْ خُلُقًا (ترمذی)

یعنی مومنوں میں زیادہ کامل ایمان والا وہ ہے جو ان میں زیادہ اچھے اخلاق والا ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے رحم کے بارے میں فرمایا

اِرْحَمُوْا مَنْ فِی الْاَرْضِ یَرْحَمْکُمْ مَنْ فِی السَّمَآءِ

ترجمہ:۔ تم زمین والوں پر رحم کرو، آسمان کا مالک (خدا) تم پر رحم فرمائے گا۔

دوسرے الفاظ میں اچھے اخلاق سے جو محروم ہے، گویا ایمان کے نور سے خالی ہے اور رحم کرنے کا فائدہ معاشرت کے حوالے سے بیان نہیں فرمایا گیا۔ بلکہ اسے رحمت خدا حاصل کرنے کا ذریعہ ٹھہرایا گیا۔ دوسری قومیں اچھے اخلاق واعمال پر جو زور دیتی ہیں، اس کا بدلہ دنیا ہی سے تعلق رکھتا ہے مثلاً شہرت وعزت، کاروباری ترقی وغیرہ وغیرہ مگر یہاں اچھے اخلاق کا اصل مقصد خالق حقیقی کی رضا ہے اور جس طرح عبادات کا مقصود بھی معبود کو راضی کرنا ہوتا ہے، اخلاق کا بھی یہی مقصود ہے گویا یہاں جو شخص سچ بولتا ہے عدل وانصاف قائم کرتا ہے۔ مخلوق خدا کی خدمت کرتا ہے، انسانوں کے دکھ درد دور کرتا ہے محتاجوں کی حاجتیں پوری کرتا ہے۔ ایسا شخص گویا خدا کی عبادت کر رہا ہے اور جب وہ خدا کی عبادت کرتا ہے تو اسکی جزا اسے خدا سے ملنی چاہئے، دنیا سے ہرگز توقع نہیں رکھنی چاہئے۔ اگر مخلوق کی خدمت کر کے مخلوق سے صلے کی تمنا اور توقع رکھتا ہے تو یہ عبادت نہیں۔

اخلاص اور روزہ۔

خدا اور آخرت پر یقین رکھنے والے بلند نظر ہوتے ہیں۔ وہ ناپائیدار دنیا کو نہ راضی کرنا چاہتے ہیں اور نہ اس سے کچھ بدلا لینا چاہتے ہیں۔ دکھاوا جسے سرکار دو عالم نور مجسم ﷺ نے خفیہ شرک قرار دیا ہے، اس سے ہر قیمت پر بچتے ہیں اور اسی طرز فکر کا نام اخلاص ہے۔

رمضان، اسی اخلاص کی تربیت کرتا ہے یہ نفس کے جالوں سے نکال کر انسان کو روحانیت کی بلندیوں تک پہنچانے کی کوشش کرتا ہے۔ نماز، حج اور دوسری عبادات میں کچھ کرنا ہوتا ہے۔ اور روزے میں کچھ چھوڑنا۔ کرنے سے اظہار ہو جاتا ہے مگر چھوڑنے سے کیا اظہار ہوگا لہذا روزہ اخلاص کے ساتھ خصوصی تعلق رکھتا ہے اسی لئے حدیث قدسی میں روزے کے بارے میں رب فرماتا ہے۔

اَلصَّوْمُ لِی وَاَنَا اَجْزِیْ بِہٖ (بخاری، مسلم)

ترجمہ:۔ روزہ خاص میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا (خصوصی) بدلا دیتا ہوں

اس کی تفصیل ان الفاظ سے پہلے یوں بیان فرمائی گئی ہے۔ بنی آدم کے نیک عمل کا بدلا دس گنا سے سات سو گنا دیا جاتا ہے (یعنی جتنا اخلاص، اتنی گنا جزا) مگر روزہ سراسر اخلاص ہے لہذا اس کی جزا ان قاعدوں، ضابطوں اور پیمانوں سے بالاتر ہے اور بے حساب و بے شمار۔ بعض محدثین کے نزدیک اجزی کی بجائے اجزی ہے یعنی میں خود اس کا بدلا بن جاتا ہوں۔ گویا روزہ دار اخلاص کے ساتھ میرے جمال کا خواہشمند ہے اور میں بھی اسے وصال سے محروم نہیں رکھتا، چنانچہ اسی حدیث پاک میں ہے۔

للصائم فرحتان ،فرحته عند فطره وفرحته عندلقاء ربه

ترجمہ:۔ روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں، ایک افطار کے وقت اور دوسری دیدار خدا کے وقت ہوگی۔

ایک حدیث پاک سے ظاہر ہے کہ جنت کے آٹھ دروازوں میں سے ایک دروازہ روزہ داروں کے لئے مخصوص ہے اور اس کا نام ہے الریان (یعنی سبزی وشادابی کا دروازہ) یہ سارے انعامات اخلاص کی بناء پر ہی ہیں۔

رمضان کی عبادات:

روزے کے علاوہ بھی رمضان المبارک میں چند خصوصی عبادات اور ہیں یا یوں سمجھیں چند عبادات کا رمضان پاک کے ساتھ خصوصی تعلق ہے مثلاً تلاوت قرآن، قیام اللیل (تراویح) اعتکاف، شب قدر کا قیام، صدقہ فطر۔ تلاوت قرآن کے لئے خاص مہینہ رمضان اس لئے ہے کہ اسی میں نازل ہوا۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ (البقرہ)

ترجمہ:۔ رمضان کا مہینہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا۔

قرآن کی تلاوت نماز کے اندر بھی ہوگی اور باہر بھی۔ مگر نماز کے اندر قرآن کو زیادہ پڑھنے کے لئے صرف معمول کی نماز پر اکتفا نہیں کی گئی بلکہ اس میں ہر رات بیس تراویح کا مزید اہتمام کیا گیا۔ حدیث سلمان فارسیؓ میں ہے

جعل الله صيامه فريضته و قيام ليله تطوعا

یعنی خود اللہ نے اس میں دن کو روزہ رکھنا فرض ٹھہرایا ہے اور اس کی راتوں کا قیام غیر فرض عبادت۔ (تراویح سنت موکدہ ہے)

اس صیام وقیام کا فائدہ کیا ہے، ایک دوسری حدیث پاک میں ہے کہ قیامت کے دن روزہ اور قرآن دونوں بندے کی شفاعت کریں گے، روزہ عرض کرے گا میں نے اس کو کھانے اور خواہشات (نفس) سے روکے رکھا اور قرآن کہے گا میں نے اسے بیداری سے دوچار کیا لہذا خدا کی رحمت جوش میں آجائے گی، چنانچہ دونوں کی شفاعت قبول کر لی جائے گی۔ (بیہقی)

اعتکاف رمضان بیسویں روزے میں عصر سے شروع ہو کر شوال کا چاند نظر آنے تک رہتا ہے۔ اعتکاف ہے کیا؟ سب سے کٹ کر خدا سے لو لگانے کی مسنون و مخصوص مشق ہے کسی نے خوب فرمایا۔

چوں نشینی بر در کوئے کسے

عاقبت بینی تو ہم روئے کسے

یعنی جب تو کسی کے دروازے پر جا کر (دھرنا مار کر) بیٹھ جائے گا تو آخر کار صاحب خانہ کو ضرور دیکھ لے گا۔

اعتکاف میں خدا کو دیکھنے کی بات تو نہیں کہی جا سکتی کیونکہ حضور سرور عالم ﷺ کے سوا ظاہری آنکھوں سے قیامت سے پہلے کوئی بھی خدا کا دیدار نہیں کر سکتا، تاہم جوں جوں دل غیر سے پاک وصاف ہوگا، خدا کے انوار و تجلیات کا مشاہدہ بڑھتا جائے گا اور آخرت میں محبوب حقیقی کا جو دیدار بے کیف ہوگا۔ اس کا بھی راستہ صاف ہوتا جائے گا۔ یوں ہی شب قدر میں عبادت کا ایک خاص مقام ہے، خداوند کریم نے خود اسے نزول قرآن کی رات فرمایا ہے اسے ہزار مہینوں پر فضیلت بخشی ہے۔ یعنی ہزار مہینوں کی عبادت ایک طرف اور اس رات کی عبادت ایک طرف، نہیں بلکہ یہ اس سے زیادہ اجر و ثواب والی ہے۔

ثواب کی بنیادیں:

یہ سب عبادات ایک سے ایک خاص ایک سے ایک بڑی مگر سب کا ثواب منحصر ہے دو باتوں پر اور وہ ہیں ایمان اور احتساب (یعنی خلوص) دیکھئے حدیث پاک

من صام رمضان ایمانا واحتسابا غفر له ماتقدم من ذنبه ومن قام رمضان ایمانا واحتسابا غفر له ماتقدم من ذنبه ومن قام لیلته القدر ایمانا واحتسابا غفر له ماتقدم من ذنبه

ترجمہ:۔ جس نے رمضان کے روزے رکھے ایمان و اخلاص کے ساتھ اس کے گزشتہ گناہ بخش دے گئے۔ جن نے رمضان میں تراویح پڑھیں ایمان وخلاص کے ساتھ، اس کے گزشتہ گناہ بخشدے گئے۔ جس نے شب قدر میں قیام کیا (یعنی رات بھر جاگ کر عبادت کی) ایمان و اخلاص کے ساتھ، اس کے گذشتہ گناہ بخش دئے گئے۔

حدیث کی شرح میں حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ الرحمۃ فرماتے کہ روزوں کی برکت سے گناہ صغیرہ معاف ہو جاتے ہیں تراویح کی برکت سے گناہ کبیرہ ہلکے پڑ جاتے ہیں اور شب قدر کی برکت سے درجے بڑھ جاتے ہیں (مراۃ)

حضور سرور کائنات علیہ افضل الصلوات واکمل التحیات ان عبادات کا اجر عظیم بیان فرماتے ہوئے بار بار ایمان واخلاص پر کیوں زور دے رہے ہیں، اس لئے کہ ان کے بغیر عبادت عبادت ہی نہیں ہوتی خصوصاً ماہ رمضان میں جو دراصل اخلاص ہی کی تربیت کا خاص مہینہ ہے اگر اخلاص کا اہتمام نہ ہو تو روح رمضان سے اس سے بڑی بغاوت کیا ہو سکتی ہے۔

حضور اکرم نور مجسم ﷺ کے ارشاد عالی پر غور کیجئے، نگاہ نبوت میں ایسے لوگ بھی ہیں جو روزہ رکھتے ہیں، تراویح پڑھتے ہیں، شب قدر میں جاگ کر مساجد میں گزار دیتے ہیں مگر اخلاص سے پھر بھی خالی ہوتے ہیں۔ یہ بچارے ہماری نگاہ میں عابد ہیں مگر خدا کے رسول اعظم ﷺ ان کی محرومی کا ذکر فرما رہے ہیں، اخلاص اس ارشاد نبوی کی روشنی میں بعض روزہ دار، بعض نماز گزار اور بعض شب بیدار ایمان سے بھی خالی ہوتے ہیں۔ ہاں ہاں یہ کسی فرقہ واریت پھیلانے والے مولوی کا فتویٰ نہیں، اس حبیب کریم ﷺ کا فیصلہ ہے جس کے شاہد ہونے کی گواہی خود قرآن مجید دے رہا ہے۔ مولانا روم رحمۃ القیوم فرماتے ہیں۔

در نظر بودش قارات العباد

زیں سبب نامش خدا شاہد نہاد

(حضور اکرم ﷺ تمام بندوں کے دینی، دنیوی، علمی، عملی، روحانی واخروی مقامات سے واقف ہیں، اسی لئے خدا نے آپ کا نام شاہد یعنی ہر چیز کا مشاہدہ فرمانے والا رکھا ہے۔)

حضور نبی علم وعرفان ﷺ کا ایک معجزہ ہے، جامع کلمات، یعنی مختصر الفاظ میں زیادہ سے زیادہ مضمون بیان کر دینا انہی مبارک الفاظ پر مزید غور کیجئے کیا کیا پہلو ان میں سمو دیئے گئے ہیں مثلاً ایک یہ کہ اپنی امت کو گویا تنبیہ فرمانا چاہتے ہیں کہ بعض لوگ ایمان کے بغیر ہی عبادت کرتے ہیں ان سے ہوشیار رہو اور خود تم جو عمل کرو اس میں اخلاص کو ملحوظ رکھو ایمان عقیدے کی درستی کا نام ہے اور اخلاص نیت کی درستی۔ جن کا عقیدہ ہی درست نہیں وہ تو ہر خیر سے محروم ہیں لہذا اچھی طرح پہلے اپنے عقیدے کا جائزہ لیجئے۔ اس میں کمزوری ہے تو اولین اسی کو دور کرنے کی طرف توجہ دیجئے۔ عموماً ہم میں صلح کلی کا مرض بڑھ رہا ہے یعنی سب ٹھیک ہیں، سب مسلمان ہیں ہم کسی کو بھی برا نہیں کہتے وغیرہ غیرہ۔ اور پھر سب کے پیچھے نماز

پڑھنا فراخدلی، روشن خیالی اور اتحاد پسندی کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ اسی روشن خیالی کی بنا پر اپنی نمازیں ضائع کر لیتے ہیں، اپنے دل میں جسے بہت بڑی نیکی خیال کرتے ہیں، در اصل وہ بہت بڑا دھوکا ہے۔ خدا کو اگر اپنے ساتھ 'شرک' پسند نہیں کہ کوئی اس کے علاوہ کسی اور کو بھی معبود مانے تو یہ بھی پسند نہیں کہ اس کے محبوب اعظم، رسول اعظم اور مظہر اعظم ﷺ کے ساتھ کسی کا رویہ گستاخانہ و بے ادبانہ ہو یقیناً یہ کفر اعظم ہے۔ بہر حال کئی لوگ ایسے اماموں کے پیچھے نماز پڑھ کر نمازی تو بن جاتے ہیں مگر یہ خیال نہیں کرتے کہ ہمارا یہ امام، سارے نبیوں کے امام حضور احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کا باغی تو نہیں۔ چنانچہ اس کی محبت میں پھنس گئے اور آقائے دوعالم ﷺ کی محبت سے نکل گئے، نماز سے تو ایمان نکھرنا چاہئے مگر یہ نماز ایمان ہی کو لے ڈوبی۔ اسی حقیقت کو واضح فرمانے کے لئے حضور پرنور ﷺ دعا کیا کرتے تھے

اللھم انا نعوذبک من صلوۃ لا تنفع (ابوداؤد)

اے میرے اللہ ہم اس نماز سے تیری پناہ مانگتے ہیں جس کا نفع نہیں

ایمان کی اصلاح اور تہذیب و تکمیل کے بعد دوسری چیز جو آج کی تحریر کا اصل عنوان ہے۔ وہ ہے اخلاص یعنی نیت کی درستی، ظاہر ہے اس کا تعلق نیک اعمال کے ساتھ ہی ہو سکتا ہے برے کاموں سے نہیں مثلاً یہ تو کہا جا سکتا ہے کہ اخلاص سے نماز پڑھو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اخلاص سے شراب پیو، برے کام کا اخلاص سے کیا واسطہ۔ گویا اخلاص کا حکم دینے کا مقصد ہی یہی ہے کہ اعمال بھی نیک ہوں اور ان کی تہہ میں نیت بھی خدا کی رضا کی ہو۔

روحانی ریفریشر کورس:

رمضان مقدس جیسا کہ ابتداء میں کہا گیا اخلاص کی تربیت کے لئے روحانی ریفریشر کورس کا درجہ رکھتا ہے تو مراد کیا ہوئی، یعنی اس مہینے میں زیادہ سے زیادہ عبادت و تلاوت کرو، زیادہ سے زیادہ خیرات و صداقات کا اہتمام کرو، زیادہ سے زیادہ ضبطِ نفس سے آراستہ ہو جاؤ، زیادہ سے زیادہ خدمتِ خلق اور اسلامی اخوت و انسانی ہمدردی اپناؤ، اور ان سب میں ایک ہی مقصود پیش نظر رکھو کہ ہمارا خدا ہم سے راضی کرتا ہے۔

چنانچہ حدیث پاک میں نیکی تمام قسموں کی ترغیب دی گئی ہے، اسی لئے فرمایا گیا ہے کہ رمضان شروع ہوتے ہی ایک منادی اعلان کرتا ہے

یاباغی الخیر اقبل و یاباغی الشر اقصر (ترمذی، ابن ماجد، احمد)

ترجمہ:۔ اے نیکی کے آرزومند آگے بڑھ (کہ گویا رمضان تیرے لئے اجر و ثواب کا وسیع میدان ہے) اور اے بدی کے طالب اب تو رک جا (یعنی تجھے اب تو شرم آنی چاہئے)

خیر مطلق ہے یعنی ہر قسم کی اچھائی اور یہاں شر بھی مطلق ہے یعنی ہر قسم کی برائی جیسے بعض مقامات پر نیکی کرنے کی جزا کئی گناہ ہوتی ہے اور برائی کی سزا بھی کئی گنا ایسے ہی بعض اوقات میں نیکی کا ثواب بھی کئی گنا اور برائی کی نحوست بھی بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے۔

رمضان المبارک میں مثلاً ایک نفل کا ثواب ایک فرض کے برابر اور ایک فرض کا ثواب ستر فرضوں کے برابر (جیسے حدیث سلمان فارسیؓ سے واضح ہے) اب اگر کوئی شخص رمضان پاک میں ایک فرض ادا نہ کر سکا تو گویا دوسرے مہینوں کے ستر فرضوں سے محروم رہ گیا۔

خیرات کے بارے میں بھی ایسی ہی صورت حال ہے، یوں تو ہر مہینے میں بلکہ ہمیشہ سرکار دوعالم ﷺ کی رحمت عامہ کا ظہور ہوتا تھا مگر ماہ رمضان میں کئی گنا زیادہ۔ حدیث پاک میں ہے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب ماہ رمضان آتا تو رسول اللہ ﷺ ہر قیدی کو چھوڑ دیتے تھے اور ہر منگتے کو عطا فرماتے تھے۔

رمضان مبارک کی تعریف میں جو حضور ﷺ کا خطبہ حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے اس میں اس کا ایک نام شھر المواسات (یعنی ہمدردی و غمگساری کا مہینہ) بھی ارشاد فرمایا گیا ہے صدقہ فطر اہل نصاب پر اسی لئے واجب کیا گیا ہے کہ یتیموں، غریبوں، بیواؤں اور دیگر محتاجوں کی خدمت و اعانت کا جذبہ پروان چڑھے۔ سوچئے روزہ نفس پر کتنا بھاری ہوتا ہے صبح صادق سے پہلے اٹھنا، سحری کھانا، حرام بلکہ بعض حلال و مباح چیزوں سے بھی پرہیز، دن بھر بھوک و پیاس برداشت کرنا، یہ سب کچھ پورا مہینہ اور پھر یہ تنبیہ کہ صدقہ فطر جب تک ادا نہ کیا جائے، روزہ زمین آسمان کے درمیان ہی میں لٹکا رہتا ہے، بارگاہ قبول تک نہیں پہنچتا۔ یہ ہے اسلام میں عبادات اور معاملات کا باہمی تعلق، روزے

کے فضائل وفوائد جو گنتی میں نہیں آتے، سب ضائع سمجھو اگر تمہیں اپنی قوم کے غریبوں مسکینوں کا خیال نہیں۔ کیا دنیا میں کوئی اور نظام بھی ایسا ہے جس میں غموں کی ماری اور زخموں سے سسکتی انسانیت کی خدمت کی تلقین اس انداز واہتمام سے کی گئی ہو، یہ بات روزے تک ہی محدود نہیں، مسلمان ہونے کے ناطے سے دوسرے مسلمانوں خصوصا بیکسوں کی حاجت برآری ضروری ہے اور وہ بھی ان پر احسان دھر کر نہیں، احسان دھرنے سے تو ثواب ہی ضائع ہو جائے گا۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى (البقرہ. ۲۶۴)

ترجمہ:۔اے ایمان والو! اپنے صدقے احسان جتا کر اور ستا کر ضائع نہ کرو۔

بلکہ یہ سمجھو کہ تم ان کی خدمت کر کے ان کا حق ادا کر رہے ہو، تمہارا ان پر کوئی احسان نہیں کیونکہ قرآن پاک کے مطابق قیامت کے دن متقین کی تعریف میں یہ بھی کہا جائے گا

وَفِيْ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ (الزیت. ۱۹)

ترجمہ:۔اور ان کے مالوں میں سائلوں اور محروموں کا حق تھا۔

مسلمان مسلمان کے کام آئے بلکہ ساری انسانیت کو نفع پہنچائے۔ یہ ہے وہ تصور جو کتاب وسنت کے ہر گوشے میں اجاگر ہو رہا ہے، چنانچہ کہیں فرمایا

المسلم اخو المسلم　　ترجمہ:۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے　　(بخاری مسلم)

کہیں فرمایا

الانسان اخو الانسان　　ترجمہ:۔انسان انسان کا بھائی ہے　　(طبرانی شریف)

اور کہیں فرمایا

خیر الناس من ینفع الناس　　ترجمہ:۔بہترین انسان وہ ہے جو انسان کو نفع پہنچائے

اور کہیں ارشاد ہوا

الخلق عیال الله　　ترجمہ:۔مخلوق گویا (مجاز کے طور پر) خدا کا کنبہ ہے (حالانکہ خدا کنبے سے ہی پاک ہے)

یہ ایک حقیقت ہے کہ انسان کو جس سے پیار ہو اس کے اہل بیت سے بھی پیار ہوتا ہے، تو اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو، اور وہ کنبے سے پاک ہے تو اس کی مخلوق کو اس کے کنبے کے قائم مقام سمجھ کر اس کی خدمت میں جت جاؤ۔

یہ ہے اسلامی تعلیمات کا وہ مختصر سا خاکہ جسے روزے کے ذریعے مسلمان کے کردار کا حصہ بنانے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ اگر ایک روزہ دار ظلم سے باز نہیں آتا، حرص وہوس سے ہاتھ نہیں اٹھاتا، خلق خدا کی خدمت کی ضرورت سے سرشار نہیں ہوتا برے اخلاق سے توبہ نہیں کرتا قلب وزبان کو بلکہ اپنی ہر توانائی کو رضائے حق اور رضائے رسول ﷺ کے لئے وقف نہیں کرتا تو جان لے کہ بھوک پیاس برداشت کر کے بھی وہ روزہ دار نہیں اور رات جاگ کر بھی اس کا مقدر نہیں جاگا چنانچہ حدیث پاک میں ہے۔

کم من صائم لس لدمن صیا مدالا الظماء و کم من قائم لس لدمن قیامدالا السھر　　(دارمی)

ترجمہ:۔بہت سے روزہ دار ہیں جنہیں روزوں سے پیاس کے سوا کچھ حاصل نہیں اور بہت سے (رات کو) قیام کرنے والے ایسے ہیں جنہیں اس قیام سے بے خوابی کے سوا کچھ میسر نہیں آتا۔

اور فرمایا

من لم یدع قول الزور والعمل بہ فلیس الله حاجتہ ان بدع طعامدو شرابد (بخاری شریف)

ترجمہ:۔جو جھوٹی باتیں اور برے کام نہ چھوڑے تو اللہ تعالیٰ کو اس کے کھانا پانی چھوڑ دینے کی کوئی پروا نہیں

خدا اپنے حبیب پاک سرور لولاک ﷺ اور ہمارے مرشدان لاثانی علیہم الرحمۃ کے طفیل سچا مسلمان، سچا روزہ دار بنائے۔ (آمین)

☆

رمضان کے احکام و مسائل

صاحبزادہ محمد نور المصطفیٰ رضوی

روزہ: نماز اور زکوٰۃ کے فرض ہونے کے بعد ۱۰ شعبان ۲ھ میں رمضان المبارک کے روزے فرض ہوئے۔ شریعت میں روزہ کے معنی ہی اللہ تعالیٰ کی عبادت کی نیت سے صبح صادق سے لیکر سورج ڈوبنے تک کھانے پینے اور جماع سے رُکے رہنا۔ روزے کے لئے عورت کا حیض ونفاس سے پاک ہونا شرط ہے۔ نماز کی طرح ہر عاقل و بالغ مسلمان پر پورے ماہِ رمضان کے دنوں کے روزے فرضِ عین ہیں۔ ان کی فرضیت کا منکر کافر اور بلا عذر چھوڑنے والا سخت گناہ گار ہے۔

رسول کریم ﷺ نے فرمایا

"جس نے ایمان واخلاص سے رمضان کے روزے رکھے۔ اس کے گذشتہ گناہ بخش دیئے گئے" (بخاری و مسلم)

"جس شخص نے کسی معقول شرعی عذر کے بغیر رمضان کا (ایک بھی) روزہ نہ رکھا (بعد میں) اس کا تمام عمر روزہ رکھنا (اس ایک روزے کا) معاوضہ نہیں ہوسکتا۔" (ترمذی شریف)

انسان کی ساری نیکیاں دس گناہ سے سات سو گناہ تک بڑھائی جائیں گی۔ رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے "سوائے روزے کے روزہ تو میرے لئے اور میں ہی اس کا ثواب ہوں۔ (یا میں خود اس کا ثواب ہوں) روزہ دار میرے لئے اپنی شہوت اور کھانا پینا چھوڑتا ہے اس کے لئے دو خوشیاں ہیں، ایک خوشی اسے افطار کے وقت ہوتی ہے دوسری اپنے رب سے ملتے وقت ہوگی۔ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے ہاں مشک کی بُو سے بہتر ہے اور روزے ڈھال ہیں۔" (بخاری و مسلم)

روزہ کی نیت: نیت دل کے ارادے کا نام ہے البتہ زبان سے کہہ دینا بہتر ہے۔ اگر رات کے وقت نیت کی تو یوں کہے **نویت ان اصوم غداً للہ تعالےٰ من فرض رمضان** (نیت کی میں نے اللہ تعالیٰ کے لئے اس رمضان کا فرض روزہ کل رکھوں گا) دن کے وقت نیت کی تو یوں کہے **نویت ان اصوم هذا الیوم للهِ**

"نیت کی میں نے اللہ تعالیٰ کے لئے آج رمضان کا فرض روزہ رکھوں گا۔ (اس تصور سے کہ صبح سے روزہ دار ہوں)"

روزے کے تین درجے: ایک عام لوگوں کا روزہ کہ کھانے پینے اور جماع سے رکے رہنا۔ دوسرا خواص کا روزہ کہ کھانے پینے اور جماع سے رکے رہنا اور اس کے علاوہ کان، زبان، ہاتھ، پاؤں اور تمام اعضاء کو گناہ سے باز رکھنا۔ تیسرا خاص الخاص کا روزہ کہ **جمیع ما سوا اللہ** سے اپنے آپ کو بالکلیہ جدا کر کے صرف اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہنا۔

سحری وافطاری:

رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا

"سحری کھاؤ کہ سحری کھانے میں برکت ہے۔ ہمارے اور اہلِ کتاب کے روزوں میں (ایک) فرق سحری کا لقمہ ہے۔" (بخاری و مسلم)

افطار میں جلدی اور سحری میں دیر کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے (طبری اوسط)

اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے سحری کھانے والوں پر درود بھیجتے ہیں۔ (مسند امام احمد)

ضروری نوٹ: سحری کھانا اور اس میں دیر کرنا سنت ہے مگر اتنی دیر کرنا مکروہ ہے کہ صبح صادق شروع ہونے کا شک پیدا ہو۔ نیز افطار میں جلدی کرنا سنت ہے جبکہ سورج ڈوب جانے کا اطمینان ہو۔

افطار کے وقت کی دعا: نبی کریم ﷺ افطار کے وقت یہ دعا پڑھتے تھے

الھم لک صمت وعلی رزقک افطرت (اے اللہ تعالیٰ تیرے لئے میں نے روزہ رکھا اور تیرے رزق پہ کھولا)

روزہ توڑنے والے کام:

۱: کھانے پینے یا جماع سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے جبکہ روزہ دار ہونا یاد ہو ورنہ نہیں۔

۲: حقہ، سگریٹ، بیڑی، سگار وغیرہ پینے سے اور پان تمباکو وغیرہ کھانے سے بھی روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

۳۔ شکر، چینی، گڑ وغیرہ ایسی چیزیں جو منہ میں رکھنے سے گھل جاتی ہیں۔ منہ میں رکھیں اور تھوک نگل لیا تو روزہ ٹوٹ گیا۔

۴۔ دانتوں میں کوئی چیز چنے برابر یا اس سے زیادہ تھی اسے کھا گیا یا کم ہی تھی، مگر منہ سے نکال کر پھر کھالی تو روزہ جاتا رہا۔

۵۔ دانتوں سے خون نکل کر حلق سے نیچے اترا اور مزہ محسوس ہوا تو روزہ گیا۔ ایک دو بوند آنسو منہ میں چلا گیا تو حرج نہیں، اگر زیادہ چلا گیا اور مزہ حلق میں محسوس ہوا تو روزہ نہ رہا۔ یہی پسینے کا حکم ہے۔

۶۔ حقہ لیا یا نتھنوں میں دوا چڑھائی یا کان میں تیل ڈالا یا خود چلا گیا تو روزہ ٹوٹ گیا مگر پانی کان میں چلا گیا یا ڈالا تو روزہ نہیں ٹوٹا۔

۷۔ منہ میں رنگین ڈورا رکھا جس سے تھوک رنگین ہو گیا اور تھوک نگل لیا تو روزہ ٹوٹ گیا۔

۸۔ قصداً منہ بھرتے آئی (اور قے میں کھانا آئے۔ یا صفرا یا خون) اور روزہ دار ہونا یاد ہے تو روزہ ٹوٹ گیا۔ اور قے میں صرف بلغم ہو تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔

۹۔ مبالغے کے ساتھ طہارت کی یہاں تک پانی حقنہ رکھنے کی جگہ تک پہنچ گیا تو روزہ ٹوٹ گیا۔ اتنا مبالغہ بیماری کا سبب بھی بن سکتا ہے۔

مندرجہ ذیل چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا:

۱۔ بھول کر کھایا پیا یا جماع کیا تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔

۲۔ مکھی یا دھواں یا گرد حلق میں جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ لیکن اگر قصداً مکھی نگلی یا خود دھواں پہنچایا (مثلاً دھونی، اگر بتی، لوبانی وغیرہ سلگائی اور منہ قریب کر کے دھوئیں کو ناک سے کھینچا) تو روزہ ٹوٹ گیا۔

۳۔ بھری سینگی لگوائی یا تیل یا سرمہ لگایا تو روزہ نہ ٹوٹا۔ اگرچہ تیل یا سرمے کا مزا حلق میں محسوس ہو یا تھوک میں اس کا رنگ دکھائی دے۔

۴۔ بات کرتے وقت تھوک سے ہونٹ تر ہو گئے یا اسے پی گیا یا گھنگھار منہ میں آیا اور کھا گیا، روزہ نہ ٹوٹا تاہم ایسی باتوں سے احتیاط چاہئے۔

۵۔ دانت سے خون نکل کر حلق تک پہنچا مگر نیچے نہ اترا یا بھولے سے کھانا کھا رہا تھا یاد آتے ہی فوراً نوالہ تھوک دیا تو روزہ نہ گیا (اگر نگل لیا تو جاتا رہا) یونہی سحری کھاتے ہوئے صبح صادق ہو گئی اسی وقت نوالہ اگل دیا تو روزہ نہ ٹوٹا ورنہ ٹوٹ گیا۔

۶۔ تل یا تل کے برابر کوئی چیز چبائی یا وہ تھوک کے ساتھ حلق میں اتر گئی تو روزہ نہ گیا۔ مگر مزہ حلق میں محسوس ہوا تو جاتا رہا۔

۷۔ دوا کوٹی یا آٹا چھانا اور اس کا مزا حلق میں محسوس ہوا تو بھی روزہ نہیں ٹوٹا۔

۸۔ کان میں پانی چلا گیا تو روزہ نہ ٹوٹا۔

۹۔ احتلام سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ غسل فرض ہو مگر سارا دن نہ نہائے تو بھی روزہ نہیں ٹوٹتا (اگرچہ سخت گناہ ہے اور فرض نماز چھوڑنا حرام اور روزے کی حالت میں اشد حرام ہے)

روزہ میں یہ کام مکروہ ہیں:

۱۔ جھوٹ، چغلی، غیبت، گالی دینا، بیہودہ بکنا، کسی کو ناجائز تکلیف دینا ویسے بھی ناجائز و حرام ہیں۔ مگر روزے میں اور زیادہ حرام اور ان کی وجہ سے روزہ

اور بھی مکروہ ہو جاتا ہے۔

۲۔ روزہ دار کو بلا عذر کسی چیز کا چکھنا یا چبانا مکروہ ہے۔ عذر یہ ہے کہ شوہر یا آقا بد مزاج ہے۔ نمک کم وبیش ہوگا تو اس کی ناراضگی کا باعث ہوگا تو اس وجہ سے چکھنے میں کوئی حرج نہیں (یاد رہے کہ چکھنے سے مراد تھوڑا بہت کھا لینا نہیں بلکہ زبان پر رکھ کر مزہ پہچاننا اور پھر تھوک دینا ہے اگر خدانخواستہ حلق میں کچھ چلا گیا تو روزہ ٹوٹ گیا۔

۳۔ منہ میں تھوک اکٹھا کر کے نگل جانا اچھا نہیں اور روزے میں تو یہ مکروہ ہے۔

۴۔ گلاب یا مشک وکستوری وغیرہ سونگھنا، داڑھی مونچھ میں تیل لگانا اور سرمہ مکروہ نہیں لیکن اگر زینت کے لئے سرمہ لگایا یا مٹھی بھر داڑھی سے زیادہ بڑھانے کے لئے تیل لگایا تو یوں بھی مکروہ۔ مگر روزے میں زیادہ مکروہ ہے۔

۵۔ روزہ دار کے لئے کلی اور ناک میں پانی چڑھانے میں مبالغہ کرنا مکروہ ہے۔ یعنی کلی میں منہ بھر پانی نہ لے، ہاں مسواک کرنا مکروہ نہیں بلکہ عام دنوں کی طرح روزے میں بھی سنت ہے۔

جن جن حالتوں میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے:

۱۔ سفر۔ حمل۔ بچے کو دودھ پلانا۔ بیماری اور بڑھاپا۔ ہلاک ہونے کا ڈر۔ اکراہ شرعی جنون اور جہاد، یہ سب روزہ نہ رکھنے کے عذر ہیں۔ ان عذروں کی وجہ سے روزہ نہ رکھنا گناہ نہیں مگر بعد میں قضا ضروری ہے۔ سفر سے شرعی سفر (یعنی کم از کم تین دن کی راہ جو ساڑھے ستاون میل ہے) مراد ہے۔

۲۔ حمل والی یا دودھ پلانے والی کو اگر اپنی یا بچے کی جان کا ڈر ہو تو اجازت ہے کہ وہ روزہ نہ رکھے۔

۳۔ مریض کو بیماری بڑھنے یا دیر سے اچھا ہونے یا تندرست کو بیمار ہو جانے کا گمان غالب ہو تو اس دن روزہ نہ رکھیں۔ یاد رہے کہ گمان غالب کی تین صورتیں ہیں۔ اس کی ظاہرہ نشانی پائی جاتی ہو یا اپنا تجربہ ہو۔ کسی ماہر اور متقی طبیب نے اسے خبر دی ہو۔

۴۔ بھوک یا پیاس ایسی ہو کہ ہلاک یا پاگل ہو جانے کا صحیح ڈر ہو۔

۵۔ سانپ نے کاٹا یا ویسے ہی جان کا خطرہ ہو تو روزہ توڑ لیں۔

۶۔ شیخ فانی یعنی وہ بوڑھا جو عمر زیادہ ہونے کی وجہ سے اب روز بروز کمزور ہو رہا ہے تو اسے روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے ہاں ہر روزے کے بدلے فدیہ یعنی دونوں وقت ایک مسکین کو پیٹ بھر کر کھانا کھلانا واجب ہے۔ اگر فدیہ ادا کرنے کے بعد روزہ رکھنے کی طاقت دوبارہ آگئی تو روزہ رکھنا واجب ہے اور یہ فدیہ صدقہ نفل ہو گیا۔

درج ذیل صورتوں میں صرف قضا لازم ہے:

۱۔ گمان یہ تھا کہ صبح صادق شروع نہیں ہوئی۔ اس لئے کھایا پیا یا جماع کیا اور بعد میں یہ خیال غلط ثابت ہوا یا یہ گمان کر کے سورج ڈوب چکا ہے افطار کر لیا حالانکہ ڈوبا ہوا نہیں تھا روزہ ٹوٹ گیا مگر صرف قضا رکھے۔

۲۔ بھول کر کھایا پیا وغیرہ اور گمان کیا کہ روزہ ٹوٹ گیا اور اب قصداً کھایا پیا وغیرہ تو صرف قضا ہے۔

۳۔ کان میں تیل ٹپکایا یا پیٹ یا دماغ کی جھلی تک زخم تھا۔ اس میں دوا ڈالی جو پیٹ یا دماغ تک پہنچ گئی یا حقنہ لیا یا ناک سے دوا چڑھائی یا پتھر، کنکری، مٹی، روئی، کاغذ، گھاس وغیرہ ایسی چیز کھائی جس سے لوگ گھن کرتے ہیں تو صرف قضا لازم ہے۔

۴۔ صبح کو نیت نہیں تھی اور زوال سے پہلے کر لی۔ مگر پھر کچھ کھا لیا تو صرف قضا ہے۔

۵۔ حلق میں بارش کی بوند یا اولا چلا گیا یا بہت سے آنسو یا پسینہ نگل لیا تو صرف قضا ہے۔

۶۔ رمضان کا روزہ قصداً توڑنے سے کفارہ بھی لازم ہو جاتا ہے یعنی ایک لونڈی یا غلام آزاد کرنا (جو آج کل ناممکن ہے) ورنہ لگاتار ساٹھ روزے رکھنا اور یہ بھی نہ ہو سکے۔ تو ساٹھ مسکینوں کو پیٹ بھر کر دونوں وقت کھانا کھلانا۔

نماز تراویح: تراویح بیس رکعت کی وہ نماز ہے جو سنت موکدہ ہے اور صرف رمضان شریف میں پڑھی جاتی ہے۔ اس کا وقت عشاء کے فرض پڑھنے کے بعد سے صبح صادق کے شروع ہونے تک ہے۔ نماز تراویح کا چھوڑنا ناجائز اور گناہ ہے۔

رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا

جو رمضان میں ایمان واخلاص کے ساتھ قیام کرے، اس کے گزشتہ گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔

تراویح کے چند ضروری مسائل: مہینہ بھر کی تراویح میں ایک بار قرآن مجید ختم کرنا سنت موکدہ ہے دومرتبہ فضیلت اور تین بار افضل ہے۔ روزہ اور تراویح لازم وملزوم نہیں کہ ایک رہ جائے تو دوسرا بھی ادا نہ کریں۔ خدانخواستہ کسی کا روزہ رہ جائے تو بھی تراویح میں شامل ہو۔ یونہی اس کے برعکس تراویح نہ پڑھ سکا تو بھی روزہ رکھے۔ تراویح میں جماعت سنت کفایہ ہے۔ اگر مسجد کے سب لوگوں نے چھوڑ دی تو سب گناہ گار اور کسی ایک نے گھر میں پڑھ لی تو گناہ گار نہیں۔

اعتکاف: اعتکاف کے شرعی معنی ہیں۔ مسجد میں ذکر الٰہی کی نیت سے ٹھہرنا۔ ٹھہرنے والے کو معتکف کہتے ہیں۔ بیسویں روزے سورج غروب ہونے سے لے کر عید کا چاند ہوجانے تک مسجد میں اعتکاف کرنا مسلمانوں پر سنت موکدہ (کفایہ) ہے۔

تمام شہر کے مسلمانوں سے کسی ایک نے اعتکاف کرلیا تو سب محلے یا شہر والے بری ورنہ سب گناہ گار۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔ جس نے رمضان شریف میں دس دنوں کا اعتکاف کیا تو ایسا ہے جیسے دو حج اور دو عمرے کیے (بیہقی شریف)

اعتکاف کے چند ضروری مسائل:

۱۔ معتکف کو بیسویں روزے سورج غروب ہونے سے پہلے مسجد میں پہنچ جانا چاہئے اور پھر عید کا چاند ہوجائے تو نکلنا چاہئے۔

مرد کے اعتکاف کیلئے مسجد ضروری ہے اور عورت اپنے گھر میں اس جگہ اعتکاف کرے جو اس نے نماز کے لئے مقرر کی ہے۔

معتکف کے لئے مسجد سے بغیر عذر نکلنا جائز نہیں یونہی عورت بھی اعتکاف کی جگہ سے نہ نکلے۔ مسجد سے نکلنے کے دو عذر ہیں۔

۱۔ طبعی، جیسے پاخانہ، پیشاب، استنجاوطہارت، غسل، فرض اور وضو (جب کہ غسل ووضو کی جگہ مسجد میں نہ بنی ہو)

۲۔ شرعی، جیسے نماز جمعہ کے لئے جانا۔ نماز جمعہ کے لئے جائے تو اس وقت جب چار سنتیں پڑھ کر خطبے میں شامل ہوسکے۔ اعتکاف ایسی مسجد میں بیٹھنا چاہئے جہاں کم ازکم پنجوقتہ نماز کی جماعت ہوتی ہو ورنہ معتکف جماعت کے وقت دوسری مسجد میں جماعت میں شامل ہونے کیلئے جاسکتا ہے۔ معتکف کو مسجد میں کھانا پینا چاہئے مگر اس کو آلودہ نہ کرے (معتکف کے سوا کسی اور کو مسجد میں کھانا پینا اور سونا جائز نہیں۔ کوئی مجبور ہو تو ذکر الٰہی کے لئے اعتکاف کی نیت کرے اور ذکر الٰہی کے بعد سوئے)

شب قدر: رمضان شریف کے آخری دس دنوں کی طاق راتوں (یعنی ۲۱ویں، ۲۳ویں، ۲۵ویں، ۲۷ویں، ۲۹ویں) میں ایک رات ایسی باعظمت ہے جو قرآن مجید کی رو سے ہزار مہینوں سے بھی افضل ہے۔

اسی رات قرآن پاک لوح محفوظ سے پہلے آسمان پر نازل ہوا۔ جب بھی یہ رات آتی ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام فرشتوں کے ساتھ اترتے ہیں اور بیہقی کی ایک روایت کے مطابق ہر قیام وقعود کرنے والے عابد کو دعائیں دیتے ہیں۔ حدیث پاک میں ہے جو شب قدر میں ایمان واخلاص کے ساتھ قیام کرے اس کے گزشتہ گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ (بخاری شریف) ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اگر میں شب قدر کو جان لوں تو اس رات کیا پڑھوں۔ فرمایا! یہ عرض کرو۔

اللھم انک عفو تحب العفو فاعف عنی (الٰہی تو معاف فرمانے والا ہے۔ عفو ودرگزر کو پسند فرماتا ہے، مجھے بھی معاف فرما)

اکثر صحابہ وتابعین اور بزرگان دین کے نزدیک رمضان کی ستائیسویں رات شب قدر ہے۔ بہتر یہ ہے کہ مذکورہ پانچوں راتیں جاگ کر عبادت میں گزاریں۔ ہمیں چاہئے کہ اس رات کی قدر کریں اور ذوق شوق کے ساتھ ذکر الٰہی، تلاوت ونوافل، توبہ استغفار میں محو رہیں۔

صدقہ فطر: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا بندے کا روزہ آسمان وزمین کے درمیان رکا رہتا ہے۔ جب تک صدقہ فطر ادا نہ کرے۔ (دیلمی) مالک نصاب پر اس کی اپنی اور چھوٹے بچے کی طرف سے صدقہ واجب ہے۔ سنت یہ ہے کہ نماز عید سے پہلے ادا کردے۔ اگر نہ کرسکا تو بعد میں ادا کردے۔ تحقیق اور احتیاط کے لحاظ سے گندم سے صدقہ فطر قریباً سوا دو سیر فی کس بنتا ہے۔

عید کے بعد روزے: حدیث شریف میں ہے: جس نے رمضان کے روزے رکھے پھر اس کے بعد چھ دن شوال کے (نفلی) روزے رکھے تو وہ گناہوں سے ایسے نکل گیا جیسے آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ (معجم اوسط)

نماز تراویح

محقق دوراں حافظ محمد نصر اللہ حسینی آسوی ﴿مدینہ شریف﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک تراویح بیس رکعت ہے اور امام مالک کے نزدیک چھتیس رکعت ہے۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

تراویح ترویحہ کی جمع ہے اور ترویحہ بمعنیٰ ایک دفعہ آرام کرنا، جیسے تسلیمہ بمعنیٰ ایک دفعہ سلام کرنا اور رمضان کی راتوں میں باجماعت نماز کو تراویح کہا جاتا ہے اس مناسبت سے کہ ابتداءً جب حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا اتفاق اس امر پر ہوگیا تو وہ ہر دو سلاموں کے بعد (چار رکعات کے بعد) کچھ آرام کرتے تھے۔ (فتح الباری کتاب صلاۃ التراویح)

واضح رہے کہ خود تراویح کا صیغہ بتلا رہا ہے کہ تراویح کی رکعات آٹھ سے زائد ہیں چونکہ چار رکعت، ایک ترویحہ اور آٹھ رکعت، تَرْوِیْحَتَیْن بارہ اور اس سے زائد رکعات تراویح۔

کیونکہ عربی کی جمع تین سے شروع ہوتی ہے اگر آٹھ رکعت تراویح ہوتی تو پھر اسے تراویح کہنا درست نہ تھا بلکہ تَرْوِیْحَتَیْن کہنا چاہیے تھا۔

بیس رکعات تراویح سنت رسول اللہ ﷺ سنت صحابہ ہے اور آٹھ رکعت تراویح خلاف سنت ہے۔ دلائل ملاحظہ ہوں:

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما أن رسول اللہ ﷺ کان یصلی فی رمضان عشرین رکعة۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رمضان میں بیس رکعت تراویح اور وتر پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ 394/2)

ہر چند بیس رکعت تراویح کی حدیث مرفوع سنداً ضعیف ہے لیکن حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم سمیت اس دور کے تمام صحابہ کا بیس رکعات تراویح پر اجماع ہو چکا ہے اور یہ بات بکثرت آثار صحابہ سے ثابت ہے اس لئے بیس رکعت تراویح کی مشروعیت بے غبار ہے غیر مقلدین حضرات بیس رکعات تراویح کے معارضہ میں یہ حدیث پیش کرتے ہیں کہ حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ رمضان میں کس طرح نماز پڑھتے تھے حضرت عائشہ رضی اللہ

عنہا نے فرمایا: کہ رمضان ہو یا غیر رمضان رسول اللہ ﷺ گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ (بخاری 1147 مسلم 738 ترمذی 439)

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی اس نماز کے بارے میں بتلا رہی ہیں جو رمضان اور غیر رمضان دونوں میں مشترک ہے اور وہ تہجد کی نماز ہے نہ کہ تراویح کی اس لئے غیر مقلدین کا اس کو تراویح کی نماز پر محمول کر کے اس سے بیس رکعت تراویح پر معارضہ کرنا صحیح نہیں ہے جبکہ بیس رکعت تراویح بکثرت آثار صحابہ سے ثابت ہے۔

غیر مقلدین کہتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ تراویح آٹھ رکعات پڑھتے تھے۔ اگر بیس رکعت پڑھتے تو کل رکعات تیس ۲۳ ہوتیں۔

اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ حدیث تمہارے بھی خلاف ہے اس لئے کہ اس حدیث سے تین وتر بھی ثابت ہو رہے ہیں تب ہی تو گیارہ رکعات ہوئی غیر مقلدین بتائیں کہ وہ ایک وتر کیوں پڑھتے ہیں کیا بعض حدیث پر ایمان ہے اور بعض کا انکار۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس حدیث میں تہجد کا ذکر فرما رہی ہیں تراویح رمضان کے علاوہ دوسرے مہینوں میں نہیں پڑھی جاتیں اسی لئے امام بخاری اور امام ترمذی اس حدیث کو کتاب التہجد میں لائے ہیں اور صلاۃ التراویح کے لئے علیحدہ باب باندھا۔ اہل حدیثوں کو چاہئے کہ بارہ مہینے تراویح پڑھا کریں کیونکہ رمضان ہو یا غیر رمضان رسول اللہ ﷺ گیارہ رکعات پڑھا کرتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عرض کرتی ہیں کہ یا رسول اللہ آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں فرمایا میری آنکھیں سوتی ہیں دل جاگتا ہے۔ تراویح سونے کے بعد نہیں پڑھی جاتی تہجد پڑھی جاتی ہے۔ اہل حدیثوں کو چاہئے کہ وہ سونے کے بعد تراویح پڑھا کریں۔ اگر اس نماز سے مراد تراویح ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیس تراویح کا حکم کیوں دیا کیا خلفاء راشدین بدعت سیئہ کا حکم دے سکتے ہیں اور تمام صحابہ نے یہ حکم کیوں قبول کیا ان میں کوئی بھی متبع سنت اور حق گو نہیں تھا آج اتنے عرصہ کے بعد تم حق گو بھی پیدا ہوئے اور متبع سنت بھی اور خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ سب کچھ دیکھ کر کیوں اعلان نہ کیا کہ تم یہ کام خلاف سنت کر رہے ہو۔ وہ خاموش کیوں رہیں کیا ان پر تبلیغ حق فرض نہ تھی کیا تم ام المومنین سے افضل ہو۔

اگر بیس رکعات تراویح بدعت سیئہ ہے اور آٹھ رکعات تراویح سنت اور تم بہادروں نے چودہ سو سال بعد یہ سنت جاری کی۔ تو بتاؤ حرمین شریفین کے تمام مسلمان بدعتی اور گمراہ ہیں تم آج نجدیوں کو اس کی تبلیغ کیوں نہیں کرتے جہاں آج بھی بیس رکعات تراویح پڑھی جا رہی ہیں۔ اس حدیث میں ایسی نماز کا ذکر ہے جو تنہا ہوتی تھی اور وہ تہجد ہے، تراویح تو با جماعت ہوتی ہے۔ اہل حدیثوں کو چاہئے کہ آج سے وہ تنہا تراویح پڑھنا شروع کر دیں۔ اس روایت میں چار چار رکعات نماز کا ذکر ہے اور تراویح تو بالاتفاق دو دو کر کے پڑھی جاتی ہیں۔ اہل حدیثوں کو چاہئے کہ آج سے وہ چار چار رکعات تراویح پڑھنا شروع کر دیں۔

مفسر قرآن علامہ الشیخ محمد علی الصابونی الاستاذ بکلیۃ الشریعہ جامعہ ام القری بمکۃ المکرمہ لکھتے ہیں: ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنا مشاہدہ بیان فرما رہی ہیں اور یہ اس کے منافی نہیں کہ آپ اس سے زیادہ نماز پڑھتے ہوں کیونکہ آپ نو ازواج میں سے ایک تھیں اور ہر رات حضور ﷺ ان کے ہاں نہیں گذارتے تھے حتیٰ کہ آٹھ رکعات پر قطعی حکم لگایا جائے وہ تو اپنے مشاہدہ کی خبر دے رہی ہیں۔ اسی طرح ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا: میں نے کبھی رسول اللہ ﷺ کو چاشت کی نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا اور میں چاشت کی

نماز پڑھتی ہوں (مسلم حدیث 718)

حالانکہ چاشت کی نماز حضور ﷺ سے ثابت ہے حضور ﷺ نے حضرت ابو ہریرہ کو چاشت کی نماز پڑھنے کی وصیت فرمائی تھی مسلم 721 بخاری 1981 اور اس کتاب میں یہ حدیث گذر چکی ہے دیکھو حدیث نمبر 329 اور فتح مکہ کے دن آپ ﷺ نے آٹھ رکعات نماز چاشت ادا کی۔ (بخاری و مسلم 720)

کیا ہم رسول اللہ ﷺ کی نماز چاشت کا انکار کریں صرف اس وجہ سے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کو پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ اسی طرح حضور ﷺ سے گیارہ رکعات سے زیادہ کی نفی نہیں ہوسکتی۔ اس لئے کہ حضور ﷺ سے تہجد کی نماز تیرہ رکعات بھی ثابت ہے۔ (کتاب صلاۃ التراویح ص 118-111)

عہد فاروقی میں بیس رکعات تراویح

عن يزيد بن رومان رضي الله عنه أنه قال كان الناس يقومون في زمان عمر بن الخطاب رضي الله عنه في رمضان بثلاث و عشرين ركعة ۔

امام مالک حضرت یزید بن رومان سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگ بیس رکعت پڑھا کرتے تھے۔ (موطا باب ماجاء فی قیام رمضان ص 115/1)

امام مالک نے تراویح کے لئے دو روایتیں ذکر کی ہیں ایک گیارہ والی السائب بن یزید سے اور دوسری بیس رکعت والی یزید بن رومان سے امام بیہقی دونوں روایتیں اپنی سنن کبری میں بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

ان دونوں روایات میں اس طرح تطبیق کی جاسکتی ہے کہ پہلے صحابہ گیارہ رکعات پڑھتے تھے اور پھر بیس رکعات تراویح اور تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔ (سنن کبری 496/2)

بیہقی نے کتاب المعرفہ میں نقل کیا کہ حضرت سائب بن یزید فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں لوگ بیس رکعت تراویح اور وتر پڑھا کرتے تھے۔ (اسنادہ صحیح، نصب الرایۃ 154/2)

امام مالک کے علاوہ دیگر محدثین نے اسی سند سے اکیس رکعت کا ذکر کیا ہے مثلاً امام عبد الرزاق نے محمد بن یوسف سائب بن یزید سے اکیس رکعات کا ذکر کیا ہے

محمد بن یوسف سائب بن یزید سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رمضان میں ابی بن کعب اور تمیم داری کی اقتداء میں لوگوں کو اکیس رکعت پر جمع کیا جن میں وہ سو آیات والی سورتیں پڑھتے تھے اور فجر کے قریب فارغ ہوتے تھے۔ (مصنف عبد الرزاق 262/4)

اس سے واضح طور پر ثابت ہوا کہ گیارہ رکعات کی روایت معلوم، شاذ اور امام مالک کا تسامح ہے۔ امام بیہقی نے جو تطبیق ذکر فرمائی ہے اس کی تقویت اس بات سے ہوتی ہے کہ بعد کے صحابہ مثلاً خلفاء راشدین حضرت عمر حضرت عثمان اور حضرت علی اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بیس رکعات تراویح پڑھتے تھے۔

سائب بن یزید سے بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں فجر کے قریب تراویح سے فارغ ہوتے تھے اور ہم (بشمول وتر) تیئس رکعات پڑھتے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق 262/4)

یحی بن سعید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ مسلمانوں کو بیس رکعات تراویح پڑھائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ 293/1 مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی الطبعۃ الاولیٰ 1406ھ)

عہد عثمانی میں بیس رکعات تراویح

سائب بن یزید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں صحابہ رمضان کے مہینہ میں بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے اور ان میں ایسی آیات پڑھتے تھے جن میں سو آیات ہوتی تھیں اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے عہد میں شدتِ قیام کی وجہ سے وہ اپنی لاٹھیوں سے ٹیک لگاتے تھے۔ (حافظ ابوبکر بن علی السنن الکبریٰ 496/2 عدد رکعات القیام فی رمضان)

ابو الحسناء بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو رمضان میں بیس رکعات تراویح پڑھانے کا حکم دیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ 293/1 مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی الطبعۃ الاولیٰ 1406ھ)

امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ ذکر فرماتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعض اصحاب بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ رمضان میں بیس رکعات تراویح پڑھاتے تھے اور تین رکعات وتر (السنن الکبریٰ 496/2 مطبوعہ نشر السنۃ ملتان)

حضرت ابو عبدالرحمٰن سلمی بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رمضان میں قاریوں کو بلایا اور ان میں سے ایک شخص کو بیس رکعت تراویح پڑھانے کا حکم دیا اور خود حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کو وتر پڑھاتے تھے۔ (السنن الکبریٰ 496/2، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان)

حافظ ابو عمر بن عبدالبر یہ روایت ذکر کرتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ رمضان میں مسلمانوں کو بیس رکعات پڑھائے اور یہ رکعات وتر کے علاوہ تھیں (التمہید 15/8 مکتبہ قدوسیہ لاہور)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا عمل

رسول اللہ ﷺ کے سفر و حضر کے ساتھی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی بیس رکعات تراویح پڑھا کرتے تھے۔

حضرت الاعمش فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا معمول بھی بیس رکعات تراویح پڑھنے کا تھا۔ (مروزی قیام اللیل ص 157)

نافع بن عمر بیان کرتے ہیں کہ ابن ابی ملیکہ ہمیں رمضان میں بیس رکعات تراویح پڑھاتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ 293/1 مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی الطبعۃ الاولیٰ 1406ھ)

ابن رفیع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ مدینہ میں لوگوں کو رمضان میں بیس رکعات تراویح اور تین وتر

پڑھاتے تھے۔(مصنف ابن ابی شیبہ 293/1 مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی الطبعۃ الاولیٰ 1406ھ)

حضرت ابوالبختری رمضان میں پانچ ترویحات اور تین رکعات پڑھاتے تھے اور رکوع سے پہلے دعا قنوت پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ 293/1 مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی الطبعۃ الاولیٰ 1406ھ)

عطاء کہتے ہیں کہ میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ بشمول وتر تئیس رکعت پڑھتے تھے۔(مصنف ابن ابی شیبہ 293/1 مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی الطبعۃ الاولیٰ 1406ھ)

جمہور صحابہ اور اہل مکہ کا عمل: امام ترمذی فرماتے ہیں:

اکثر اہل علم کا مذہب بیس رکعات تراویح ہے جو کہ حضرت علی، حضرت عمر رضی اللہ عنہم اور نبی ﷺ کے دیگر اصحاب سے مروی ہے۔

امام شافعی نے فرمایا: اسی طرح میں نے اپنے شہر مکہ میں پایا کہ وہ بیس رکعات پڑھتے تھے۔(ترمذی باب ماجاء فی قیام رمضان حدیث 806)

غیر مقلدین سے گذارش: شیخ الحدیث علامہ غلام رسول سعیدی صاحب فرماتے ہیں کہ غیر مقلدین حضرات بیس رکعات تراویح کو بدعت اور مخالف سنت نبوی قرار دیتے ہیں اور سالہا سال سے وہ اس موضوع پر اہل سنت سے مناظرہ اور مباحثہ کرتے چلے آئے ہیں۔ ہم اس مسئلہ میں صرف اس قدر عرض کرنا چاہتے ہیں کہ غیر مقلدین حضرات جو ہر رمضان اور رمضان کی ہر شب میں تراویح جماعت کے ساتھ پڑھتے ہیں اور اس میں ختم قرآن کا التزام کرتے ہیں اس میں کونسی صریح اور صحیح مرفوع متصل حدیث ہے؟ کیونکہ بخاری اور مسلم کی صحیح روایت میں صرف یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صرف ایک بار رمضان کی آخری تین راتوں میں قیام کیا۔

اور ہر رمضان میں اور رمضان کی ہر شب کو جماعت کے ساتھ خواہ آٹھ رکعت تراویح پڑھنا اور رمضان میں جماعت کے اندر ختم قرآن کا التزام کرنا بھی ان کے اصول پر بدعت اور مخالفت سنت نبوی ہے۔ اور اگر یہ تمام امور حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی اور دیگر صحابہ کی اتباع میں کئے جاتے ہیں اور اس وجہ سے بدعت اور مخالفت سنت نبوی نہیں ہیں تو بیس رکعات بھی انہی صحابہ کا طریقہ ہے اس کو بدعت قرار دے کر مسلمانوں کو اس کار خیر سے کیوں روکا جاتا ہے یہ بات ہم آج تک نہیں سمجھ سکے۔

بیس رکعات تراویح پر مقالات سعیدی میں قیام رمضان کے عنوان سے ہمارا ایک مفصل مقالہ موجود ہے جس میں اس عنوان پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ وہ اہل علم کے لئے قابل مطالعہ ہے۔(شرح مسلم سعیدی 502/2)

آٹھ رکعات تراویح کے قائلین کا سہارا بالآخر حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے جو کہ علماء حدیث کے نزدیک ضعیف ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے رمضان میں آٹھ تراویح پڑھائیں۔(ابن خزیمہ ابن حبان)

یہ روایت اس قدر ضعیف و منکر ہے کہ اس سے استدلال ہی نہیں کیا جاسکتا چونکہ اس میں ایک راوی عیسیٰ بن جاریہ ہے۔ جس کی بابت ابن حجر نے نقل کیا ہے کہ ابوداود کہتے ہیں اس کے پاس منکر روایتیں ہیں۔ ساجی اور عقیلی نے اس کو ضعیف راویوں میں شمار کیا ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں کہ اس کی حدیثیں محفوظ نہیں ہیں۔ تہذیب التہذیب۔ حرف العین لہذا اس طرح کی منکرہ موضوعہ کو دلیل بنانا صحیح نہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے صرف تین دن نماز تراویح باجماعت مسجد میں ادا کی: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شب مسجد میں نماز پڑھی تو آپ کی اقتداء میں لوگوں نے نماز پڑھنا شروع کر دی۔ پھر دوسری شب نماز پڑھی تو اور زیادہ لوگ جمع ہوگئے، پھر

تیسری یا چوتھی رات کو صحابہ جمع ہوئے لیکن رسول اللہ ﷺ باہر تشریف نہ لائے صبح کو ارشاد فرمایا: میں نے تم لوگوں کو دیکھا تھا اور مجھے تمہارے پاس آنے سے صرف یہ خوف مانع تھا کہ تم پر تراویح فرض ہو جائے گی اور یہ رمضان کا واقعہ تھا۔ (مسلم 761 بخاری 1129)

اور ایک روایت میں ہے: اے لوگوں اپنے گھر میں نماز پڑھو کیونکہ مرد کی نماز فرائض کے سوا گھر میں بہتر ہے۔ بخاری حدیث: (7290 مسلم 781 مشکوۃ 1295)

حضور ﷺ اپنی امت پر رحیم و کریم ہیں اس رحمت کی وجہ سے لگاتار پورا مہینہ تراویح نہ پڑھائیں اب تراویح سنت مؤکدہ ہے لیکن تراویح کی جماعت سنتِ مؤکدہ علی الکفایہ ہے۔ حضور ﷺ کو یہ علم بھی تھا کہ اگر میں اسی طرح تراویح پڑھاتا رہا تو تراویح پانچ وقتہ نماز کی طرح فرض ہو جائے گی اور اگر فرض ہو گئی تو میری امت اس فرض کی پابندی نہ کر سکے گی۔ اس سے حضور ﷺ کا علم بھی ثابت ہو رہا ہے اور رحمت بھی۔

اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ تہجد اور تراویح دو الگ عبادتیں ہیں ایک نہیں۔ جیسا کہ اہل حدیث کہتے ہیں کہ تہجد یا قیام اللیل اور تراویح ایک ہی عبادت کے دو نام ہیں۔ یہ نظریہ باطل ہے کیونکہ تراویح میں تو تمام صحابہ حضور ﷺ کے ساتھ شریک ہوئے یہ امر کسی پر مخفی نہ رہا لہذا تراویح کے متعلق تو ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی وہ تو سب صحابہ جانتے تھے کیونکہ نماز تراویح گھر میں نہیں مسجد میں جماعت کے ساتھ اداء کی گئی تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے صرف وہ ہی سوال کیا گیا جو صحابہ پر مخفی تھا جسے صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی بتا سکتی تھیں اور وہ تہجد یا قیام اللیل ہے۔ اگر تراویح کے متعلق سوال ہوتا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتیں مجھ سے کیا پوچھتے ہو کیا تم اس نماز میں شریک نہیں تھے۔

غیر مقلدین کو بھی چاہئے کہ صرف تین دن نماز تراویح پڑھیں اور تین دن جماعت کرائیں باقی دن جماعت کرانا خلاف سنت ہے اور مسجد میں صرف تین دن نماز پڑھیں باقی دن اپنے اپنے گھروں میں تراویح ادا کریں۔ اگر وہ کہیں کہ پورا مہینہ جماعت کے ساتھ مسجد میں تراویح ادا کرنا کہ خلفاء راشدین کی سنت ہے تو پھر ہم کہیں گے کہ اگر یہ تمام سنتیں تمہیں قبول ہیں تو پھر بیس تراویح بھی خلفاء راشدین کی سنت ہے اس سے انکار کیوں ہے۔ تراویح کے متعلق خلفاء راشدین کی باقی تمام سنتوں کو قبول کر رہے ہو صرف بیس تراویح سے ہی دشمنی ہے۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بیس تراویح پڑھنے کا حکم دیا جس پر تمام صحابہ نے سکوت فرمایا۔ اس لئے بیس تراویح پر تمام صحابہ کا اجماع ہو گیا نیز اس سے لزوماً یہ ثابت ہوا کہ حضور ﷺ نے بھی بیس رکعت تراویح پڑھی تھی ورنہ صحابہ کرام ضرور اختلاف کرتے خصوصاً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔ صحابہ کرام سے یہ مستبعد ہے کہ دین میں اس قسم کا اضافہ برداشت کر سکیں۔ کوئی اہلحدیث یہ بات ثابت نہیں کر سکتا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر اعتراض کیا ہو کہ یا امیر المؤمنین تم نبی ﷺ کی سنت تبدیل کر رہے ہو تراویح تو آٹھ رکعات ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا خلفاء راشدین سے اختلاف ثابت نہیں تو معلوم ہو گیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی بیس تراویح ہی پڑھتی رہیں اور آٹھ رکعت والا مسئلہ تہجد کے متعلق ہے۔

عبد الرحمٰن بن عبد القاری سے روایت ہے کہ میں رمضان میں ایک رات عمر بن خطاب کے ساتھ مسجد کی طرف گیا تو لوگ متفرق الگ الگ تھے کوئی تنہا نماز پڑھ رہا تھا اور کچھ لوگ جماعت کے ساتھ پڑھ رہے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر میں ان لوگوں کو ایک قاری پر جمع کر دیتا تو بہتر تھا پھر آپ نے ارادہ کر ہی لیا اور انہیں ابی بن کعب پر جمع کر دیا پھر میں دوسری رات آپ کے ساتھ گیا تو لوگ اپنے قاری کے ساتھ نماز پڑھ

رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نِعْمَ الْبِدْعَةُ هٰذِهِ یہ بڑی اچھی بدعت ہے۔ جسے چھوڑ کر تم لوگ سو جاتے تھے وہ اس سے بہتر ہے جس کو تم لوگ ادا کرتے ہو ان کی مراد آخر رات کی نماز تھی اور لوگ رات کے پہلے حصہ میں نماز ادا کرتے تھے۔ (بخاری 2010 مشکوٰۃ 1301)

یعنی نماز تہجد تراویح سے افضل ہے اس سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ تراویح الگ نماز ہے اور تہجد الگ ایسا نہیں کہ دونوں ایک ہوں جیسا کہ غیر مقلدین کہتے ہیں۔

نِعْمَ الْبِدْعَةُ هٰذِهِ "یہ بڑی اچھی بدعت ہے"، یعنی تراویح کی جماعت اور ہمیشہ اہتمام سے قائم کرنا میری ایجاد ہے اور بدعت حسنہ ہے۔

مفتی احمد یار خاں صاحب فرماتے ہیں اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے:

ایک یہ کہ نفس تراویح سنت رسول اللہ ﷺ ہے مگر اس پر ہیشگی باجماعت اور اہتمام سے ادا کرنا سنت فاروقی ہے۔ دوسرے یہ کہ ایجادات صحابہ شرعاً بدعت ہیں اگر چہ انہیں لغۃً سنت کہا جاتا ہے۔ اسلیئے حضور ﷺ نے فرمایا: علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین لہٰذا یہ دونوں حدیثیں متعارض نہیں۔ تیسرے یہ کہ ہر بدعت بُری نہیں بعض اچھی بھی ہوتی ہیں مثلاً قرآن کریم کے اعراب اور سیپارے حدیثوں کو کتابی شکل میں جمع کرنا بدعت ہیں مگر فرض۔ چوتھے یہ کہ قیامت تک تراویح کی دھوم دھام فاروق اعظم کی یادگار ہے۔ (مراۃ 292/2)

مفتی شریف الحق امجدی فرماتے ہیں:

نِعْمَ الْبِدْعَةُ هٰذِهِ اصل تراویح مشروع ہے تین دن تک حضور ﷺ نے تراویح باجماعت پڑھی۔ اس کے بعد اکیلے پڑھی۔ اور صحابہ کرام اکیلے اکیلے بھی پڑھتے تھے اور جماعت کے ساتھ بھی۔ اس سے ثابت ہوا کہ تراویح کے لئے جماعت کی قید نہیں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جماعت کے ساتھ پڑھنے کی پابندی کر دی۔ اس سے ثابت ہوا کہ کسی امر مشروع مطلق کو کسی ہیئت خاص کے ساتھ مخصوص کرنا حرام وگناہ وبدعت سیئہ نہیں جیسے ہمیں حضور ﷺ کے ذکر کا حکم مطلق دیا گیا ہے۔ امت نے اسے خاص ہیئت کے ساتھ میلاد شریف کے نام سے رواج دیا۔ اسی طرح ہم کو مطلق صلاۃ وسلام کا حکم ہے پوری امت نے اسے اخیر مجلس میں کھڑے ہو کر بلند آواز سے رواج دیا۔ یونہی مطلق ایصال ثواب کا حکم ہے۔ پوری امت نے اسے تیسرے یا دسویں دن یا چالیسویں دن یا سال پورا ہونے پر رواج دیا۔ تخصیصات بھی حرام وگناہ وبدعت سیئہ نہیں۔ بلکہ تمام صحابہ کرام اور حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہم کی سنت ہے (نزہۃ القاری شرح بخاری 411/3)

اہل حدیث منکر حدیث عبد اللہ چکڑالوی کے نقش قدم پر:

غیر مقلدین کے ذمہ دار علماء بھی اس حقیقت کے معترف ہیں کہ تہجد اور تراویح دو علیحدہ نمازیں ہیں۔ ان کو ایک سمجھنا منکر حدیث عبد اللہ چکڑالوی کا مذہب ہے جب شروع میں اس نے یہ دعوی کیا تو ثناء اللہ امرتسری نے اس کا رد لکھا۔ لیکن اب اہل حدیث بھی اسی کی بولی بول رہے ہیں جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اہل حدیث ترقی کرتے کرتے عبد اللہ چکڑالوی منکر حدیث کا مذہب قبول کر چکے ہیں اگر اسی طرح ترقی جاری رہی تو شاید وہ وقت بھی آجائے کہ شیعوں کی پیروی میں منکر قرآن بھی بن جائیں۔ چنانچہ محمد اقبال کیلانی غیر مقلد صاحب لکھتے ہیں: رمضان میں نماز تراویح یا قیام رمضان باقی مہینوں میں تہجد یا قیام اللیل ہی کا دوسرا نام ہے۔ (کتاب الصلاۃ ص ۱۵۱ مسئلہ نمبر 403)

غیر مقلد عالم ثناء اللہ امرتسری عبد اللہ چکڑالوی کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ایسے صاف اور صحیح جواب کو پا کر بھی ان مولوی صاحب (عبد اللہ چکڑالوی) نے قبول نہیں کیا بلکہ اس کے جواب میں بہت کوشش کی ہے

جس ساری کوشش کا خلاصہ یہ ہے کہ پہلے اور پچھلے وقت کی نماز ایک ہی ہے دو نہیں۔ یہی تراویح جو اول وقت میں پڑھی جاتی ہے تہجد کی نماز ہے اور کوئی نہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس دعویٰ پر کوئی دلیل نہیں بلکہ اس کے خلاف دلیل موجود ہے کیونکہ تہجد کے معنی ہیں نیند سے اٹھ کر نماز پڑھنا۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے یہ امر ثابت نہیں ہوتا کہ اول شب کی نماز اور آخر شب کی نماز ایک ہی ہے۔ (اہل حدیث کا مذہب ص 93-92)

دوسرا غور طلب امر یہ ہے کہ رمضان کی راتوں میں تراویح کے بعد تہجد کی نماز بھی پڑھی جائے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں فتاوی ثنائیہ کے دو سوال و جواب ملاحظہ ہوں:۔

سوال: جو شخص رمضان المبارک میں عشاء کے وقت نماز تراویح پڑھ لے وہ پھر آخر رات میں تہجد پڑھ سکتا ہے یا نہیں۔

جواب: پڑھ سکتا ہے تہجد کا وقت ہی صبح سے پہلے کا ہے۔ اوّل شب تہجد نہیں ہوتی۔

سوال: رمضان المبارک میں تراویح اور تہجد دونوں ہیں یا تہجد کے بدل تراویح؟

جواب: اگر تراویح پہلے وقت میں پڑھے تو صرف تراویح ہے۔ پچھلے وقت پڑھے تو تہجد کے قائم مقام ہو جاتی ہے۔ (ثناء اللہ امرتسری: فتاوی ثنائیہ 654-682/1)

معلوم ہوا کہ تہجد کا وقت رات کا آخری حصہ ہے۔ شروع رات کی عبادت کو تہجد کے قائم مقام نہیں کہہ سکتے۔

بالفرض اگر کوئی شخص رات کے آخری حصہ میں تراویح پڑھے تو صرف وہ تہجد کے قائم مقام ہو جائے گی۔ امرتسری صاحب قائم مقام کی تشریح کرتے ہیں: اس آخری صورت میں تراویح تہجد کے قائم مقام ہونے سے دونوں کا ایک ہونا لازم نہیں آتا جیسے کہ جمعہ ظہر کا قائم مقام ہے لیکن دونوں ایک نہیں۔ (اہل حدیث کا مذہب ص ۹۳) معلوم ہو گیا کہ تراویح اور ہے اور تہجد اور ہے دونوں کو ایک قرار دینا منکرین حدیث کا مذہب ہے۔

مسجد نبوی شریف کے مشہور مدرس قاضی شیخ عطیہ سالم کی تحقیق

سعودی عرب نامور عالم مسجد نبوی شریف کے مشہور مدرس اور مدینہ منورہ کے قاضی شیخ عطیہ سالم نے نماز تراویح کی چودہ سو سالہ تاریخ پر ایک مستقل کتاب "التراویح"، لکھی اور بتایا کہ ہر دور میں بیس رکعات تراویح پڑھی جاتی رہیں اس تحقیق کے بعد دو سوال کرتے ہیں۔

سوال نمبر ۱: کیا ایک ہزار سال سے زائد اس طویل عرصہ میں کسی موقعہ پر بھی ثابت ہے کہ مسجد نبوی میں مستقل آٹھ تراویح پڑھی جاتی تھیں؟ یا چلیں بیس سے کم تراویح پڑھنا ہی ثابت ہو؟ بلکہ ثابت تو یہ ہے چودہ سو سالہ دور میں بیس یا بیس سے زائد تراویح ہی پڑھی جاتی تھی۔

سوال نمبر ۲: دوسرا سوال یہ ہے کہ کسی صحابی یا ماضی کے کسی عالم نے بھی یہ فتویٰ دیا ہو کہ آٹھ سے زائد تراویح جائز نہیں ہیں اور اس نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کو اس فتویٰ کی بنیاد بنایا ہو؟

الغرض جب پورے چودہ سو سالہ دور میں ایک قابل ذکر شخص بھی ایسا نہیں ملتا جس نے یہ فتوی دیا ہو کہ آٹھ سے زائد تراویح جائز نہیں اور نہ ہی ثابت ہوا کہ مسجد نبوی میں باجماعت صرف آٹھ تراویح ادا کی گئی ہوں تو پھر بھی جو لوگ آٹھ تراویح پڑھنے پر مصر ہیں اور دوسروں کو بھی اس کی دعوت دیتے ہیں ہم ان سے صرف اتنا عرض کر دیتے ہیں کہ خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے زمانہ سے لے کر آج تک کے تمام مسلمانوں کے طرز پر تراویح پڑھنا ان کی مخالفت سے بہتر ہے خصوصاً اس شخص کے لئے جو مسجد میں باجماعت تراویح پڑھے۔ (کتاب التراویح: 109-108)

تنہا عشاء پڑھنے والا باجماعت وتر پڑھ سکتا ہے: عہد قریب کے بعض علماء سے یہ منقول ہے کہ رمضان میں تنہا عشاء پڑھنے والا وتر باجماعت نہیں پڑھ سکتا لیکن یہ صحیح نہیں ہے رمضان میں تنہا عشاء پڑھنے والے کو باجماعت وتر پڑھنے سے نہ قرآن نے منع کیا ہے نہ حدیث نے، نہ اجماع سے اس کا عدم جواز ثابت ہے نہ قیاس سے تو پھر محض عہد قریب کے بعض علماء کے اس کو ناجائز کہنے سے یہ ناجائز کیسے ہو جائے گا۔ (شرح مسلم سعیدی 502/2)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم

حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ

سرکار کا مثیل نہ قرآن کا جواب
وہ آخری رسول ہیں یہ آخری کتاب

سرکار کیا ہیں ؟ بالیقین اللہ کی زبان
قرآن کیا ؟ واقعی اللہ کا خطاب

سرکار کیا ہیں ؟ صاحب میخانہ الست
قرآن کیا ہے ؟صدق و صفا کی شراب تاب

قلب و نظر کو ملتی ہے دونوں سے روشنی
وہ بھی ہیں آفتاب تو یہ بھی ہے آفتاب

مہکا رہے ہیں آج بھی روح و ضمیر کو
گلزار حق و نور کے دو بہتریں گلاب

حاوی ہیں ہر زمان و مکاں پر خدا گواہ
فیض و کرم ہے دونوں کا بے حد و بے حساب

ان کا بنے غلام جو سلطان دہر ہو
نخچیر آفتاب ہو ، پابوس ماہتاب

ان پہ جو ہو نثار تو ہو موت سے رہا
انسان جس کی زندگی ہے صورت سراب

چون و چرا ہے جس کو رسول و کتاب میں
عیار ہے وہ عقل تو وہ فکر ہے خراب

جو وحشیانہ سمجھے نظام حدود کو
سمجھو وہ بدنصیب ہو امورد عذاب

دیکھو تو آج ملت اسلامیہ کا حال
کس قدر ہے یہ راز و زبوں خستہ و خراب

دنیا کے جو امام تھے وہ اس کے ہیں مقتدی
صد حیف درد ناک ہے کتنا یہ انقلاب

دنیا تلی ہوئی ہے عداوت پہ اور ہم
اک مدت مدید سے ہیں سخت محو خواب

دنیا ہمارے قتل کے درپے ہے اور ہم
ہیں سیخ پہ بھی رقص کناں صورت کباب

عیاشیوں سے سرد ہوئی آتش جہاد
تیغ و سناں کے بدلے ہے طاؤس یا رباب

کل تک جو آب و تاب تھے سارے جہان کی
ہیں آج خود جہان میں محروم آب و تاب

اب وقت ہے کہ ملت اسلام جاگ اٹھے
اب وقت ہے کہ اپنا کریں آپ احتساب

اللہ کے رسول پہ قرباں ہوں مرد و زن
اللہ کی کتاب کو لیں تھام شیخ و شاب

ناکام ہوں یہود و انصاری کی سازشیں
کر دیں تمام دہر کے فتنوں کا سدباب

دنیا پھر اپنی سے اک بار دیکھ لے
شیر خدا کے شیر حقیقت ہیں یا سراب

قران میں ہے انتم الاعلون کی نوید
تم کو نبی سے عشق اگر ہے تو فتح یاب

آسی بفیض مرشد کامل ہے نعرہ زن
اے عاشقان سید عالم اٹھو شتاب

برپا نئے جہاں میں نیا انقلاب ہو
فتنے اٹھائے والوں کا خانہ خراب ہو

اب انہیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لے کر

نباض دوراں، ادیب زماں
سید صابر حسین شاہ صاحب

واسطہ پیارے کا ایسا ہو کہ جو سنی مرے
یوں نہ فرمائیں ترے شاہد کہ وہ فاجر گیا
عرش پر دھومیں مچیں وہ مومن صالح ملا
فرش سے ماتم اٹھے وہ طیب وطاہر گیا (رضا)

قیامت کی نشانیاں ایک ایک کر کے پوری ہو رہی ہیں۔ علم وادب کے آفتاب و ماہتاب غروب ہوتے جا رہے ہیں، قلم و قرطاس سے محبت کرنے والے اٹھ رہے ہیں۔ درس وتدرس کے میدان خالی ہو رہے ہیں مصلحین امت سفر آخرت کی جانب رواں دواں ہیں۔ روشنیوں کے مینار آنکھوں سے اوجھل ہوتے جا رہے ہیں۔ ہر سو تاریکی اور اندھیرا پھیلتا جا رہا ہے۔ چند سالوں سے علماء اہل سنت کی کثیر تعداد نے عالم بالا کی طرف کوچ کیا ہے۔ جو جا رہے ہیں ان کا خلا پر ہوتا نظر نہیں آتا، ان کی یادوں کے نقوش لئے تصورات میں گم تھا کہ اس روح ربا خبر نے دل ہلا کر رکھ دیا۔ سلطان الواعظین مولانا ابوالنور محمد بشیر کوٹلوی (پاکستان) وصال فرما گئے اور سید الاتقیاء علامہ تحسین رضا قادری رضوی (بریلی شریف) ایک حادثے میں شہید ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

سید الاتقیاء حضرت علامہ الحسین رضا قادری رضوی علیہ الرحم (۱۹۳۰ء۔ ۲۰۰۷) گلستان رضویت کے ایک چمکتے ہوئے پھول تھے۔ آپ مسلک حب نبی ﷺ کے پاسبان تھے۔ فاضل جلیل، عالم نبیل، باکمال مفسر، بے مثال محدث، شفیق استاد اور کہنہ مشق شاعر تھے۔

ابتدائی تعلیم وتربیت گھر پر ہی حاصل کی۔ ۱۹۷۵ء میں جامعہ رضویہ مظہر اسلام فیصل آباد سے سند فراغت حاصل کی۔ آپ کے نامور اساتذہ میں مفتی اعظم محمد مصطفیٰ رضا خان نوری، جلیل القدر مفتی محمد امجد علی اعظمی، محدث اعظم مولانا محمد سردار احمد، مفتی قاضی شمس الدین احمد، مولانا سردار علی خان رضوی، مفی غلام یسین رضوی اور مفتی وقار الدین رضوی رحمتہ اللہ علیہم اجمعین کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔ آپ کی ساری زندگی درس وتدریس میں گزری۔ دارالعلوم مظہر اسلام بریلی اور دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف میں تدریسی فرائض انجام دیتے۔ ۱۹۸۲ء میں جامعہ نوریہ رضویہ بریلی کا قیام عمل میں آیا تو اس کی ساری ذمہ داری آپ کے سر پڑی۔ یہاں آخر دم تک شیخ الحدیث کے عہدے پر فائز رہے۔ آپ کے تلامذہ کی تعداد ہزاروں میں ہے۔ ان میں عالم، محدث اور مفتی ہوئے۔ جن سے علم وادب کی آب یاری ہوئی ہے۔

حضرت علامہ تحسین رضا قادری رضوی علیہ الرحمہ کو مفتی اعظم علامہ محمد مصطفیٰ رضا خان نوری علیہ الرحم سے بیعت وخلافت حاصل تھی۔ آپ کی اولاد امجاد میں تین صاحبزادے اور ایک صاحبزادی ہیں۔ ماشاء اللہ سب باصلاحیت بالیاقت ہیں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کے طفیل ان

کو آپ کا سچا جانشین بنائے۔ آمین

حضرت مولانا تحسین رضا قادری رضوی علیہ الرحمہ کی اچانک وفات نے ہم غربا نے اہل سنت کی کمر توڑ کر رکھ دی ہے۔ ہر سنی رنجیدہ اور آبدیدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کے طفیل آپ کو مقام علیین میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ہم کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ سلطان الواعظین مولانا ابوالنور محمد بشیر کوٹلوی علیہ الرحمہ (۱۹۱۳ء۔۲۰۰۷ء) دنیائے اہل سنت کے نامور خطیب، مقرر، مصنف اور شاعر تھے۔ ساری زندگی آسمان خطابت پر آفتاب و ماہتاب بن کر چمکتے رہے۔ آپ بزلہ سنجی اور حاضر جوابی میں بے مثال تھے۔

خلیفہ امام احمد رضا فقیہ اعظم مولانا ابو یوسف محمد شریف محدث کوٹلوی علیہ الرحمہ (م۔۱۹۵۱) کے فرزند ارجمند تھے۔ ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے والد گرامی سے حاصل کی۔ ۱۹۳۵ء میں دار العلوم حزب الاحناف ہند لاہور سے سند فراغت حاصل کی۔ دوران تعلیم ہی تحریر و تقریر کی ابتدا کی، پاک و ہند، مشرق وسطیٰ اور یورپ کے، متعدد ممالک کے تبلیغی اسفار کیے اور عالمانہ، صوفیانہ انداز میں خطبات فرمائے۔ آپ کی تصانیف میں 'آنا جانا نور کا، ختم نبوت' خطبات، سچی حکایات، سنی علماء کی حکایات، دیوبندی علماء کی حکایات، لبیک یا سیدی، واعظ، مفید الواعظمین، عورتوں کی حکایات، آج کل، جیل نور (کلام) کو شہرت عام اور بقائے دوام حاصل ہے۔ ۱۹۵۱ء میں آپ نے کوٹلی لوہاراں سے ماہنامہ 'ماہ طیبہ' جاری کیا جو اکیس سال تک مسلسل شائع ہوتا رہا 'ماہ طیبہ' کے ذریعہ آپ نے مسلک اہل سنت کی بھرپور اور موثر ترجمانی فرمائی۔

تحریک پاکستان میں آپ کی نمایاں خدمات اظہر من الشمس ہیں۔ آپ کی ساری زندگی احقاق حق اور ابطال باطل میں گزری۔ اس پر آپ کے خطبات اور تصانیف شاہد عدل ہیں۔

سلطان الواعظین مولانا ابوالنور محمد بشیر کوٹلوی علیہ الرحمہ اپنے آباؤ و اجداد کی طرح امام عاشقاں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی (۱۹۲۱ء) سے ازحد متاثر تھے۔ آپ نے اپنے خطبات اور تصانیف میں اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ کے افکار اور اشعار کے بکثرت حوالے دیئے ہیں۔ جلیل نور میں اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ کے بعض نعتیہ اشعار کی عام فہم اور ایمان افروز تشریح فرمائی ہے جو دیدنی ہے

اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ دیگر علماء اہل سنت کے خلاف جب بھی مخالفین نے دشنام طرازی کا آغاز کیا تو سلطان الواعظین علیہ الرحمہ کا 'خامہ' حرکت میں آجاتا اور 'ماہ طیبہ' میں اس کی خوب خبر لیتے تھے۔ بالخصوص شورش کاشمیری (م۱۹۷۵ء) کے بے بنیاد اعتراضات کا آپ نے بروقت تعاقب کیا اور نہایت مفصل جواب دیا تھا۔

آپ کی ان کاوشوں کو خانوادہ رضا کے ایک اہم فرد مولانا ریحان رضا خان قادری بریلوی علیہ الرحمہ (م۱۹۸۵ء) نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ آپ جب ۱۹۸۰ء میں پاکستان شریف لائے تو کوٹلی لوہاراں (سیالکوٹ) میں بھی آئے اور سلطان الواعظین علیہ الرحمہ سے ملاقات کی اور فرط محبت سے آپ کے ہاتھ چوم لئے اور فرمایا

"میں نے آج وہ ہاتھ چومے ہیں۔ جو ساری زندگی مسلک اہل سنت اور اعلیٰ حضرت کے افکار و تعلیمات کی اشاعت و ترویج کیلئے قلم اٹھاتے رہے"۔

المختصر سلطان الواعظین علیہ الرحمہ کی اچانک وفات سے دنیائے اہل سنت کی خطابت کا ایک اہم باب بند ہو گیا۔ ہم ایک یادگار اسلاف سے محروم ہو گئے۔ غربائے اہل سنت یتیم ہو گئے۔ سوائے صبر کے کوئی چارہ نہیں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کے طفیل ان کو جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین ثم آمین

ان کے بڑے صاحبزادے مولانا عطاء المصطفیٰ جمیل مدظلہ عالم دین اور اچھے مقرر ہیں۔ ان سے ہم نے کئی امیدیں وابستہ کر رکھی ہیں۔ امید ہے وہ اپنے والد گرامی کے سچے اور سچے جانشین ثابت ہوں گے۔ انشاء اللہ

(حافظ شاہ اشرف سیالکوٹ)

اسلام اور عورت

اسلام کیا ہے؟ اور ہمیں کس چیز کا حکم دیتا ہے۔
اسلام نام ہے تحفظ کا، اسلام نام ہے شرم وحیا کا، اسلام نام ہے احساس کا۔ اسلام نام ہے ایک سائبان کا۔ احساس کا۔ اسلام نام صلہ رحمی
کا۔ اسلام نام ہے رواداری اور مساوات کا۔

یہ ملک پاکستان ایک اسلامی ملک ہے۔ یہاں مسلمان رہتے ہیں اور اس لئے اس ملک میں لوگوں کا رہن سہن، طرز زندگی، سوچ، نظریات
اسلامی ہونے چاہئیں۔ آج مسلمان غفلت کا شکار ہو چکے ہیں اور ان کا ناتا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ سے کمزور ہو چکا ہے، اسی لئے
پاکستان ترقی کی بجائے پستی کی راہ پر گامزن ہے اور جب تک یہ غیروں کے پیچھے لگا رہا اس وقت تک رسوائی اس کا ساتھ نہیں چھوڑے گی۔
اس طرح یہ ملک کس طرح ترقی کرسکتا ہے جو اپنے قرآن وسنت کے احکام کو بھلا چکا ہو۔ جو اپنے نظریات کو چھوڑ کر دوسروں کی سوچ پر چلنے
لگا ہو۔ کیا دوسروں کے پیچھے بھاگنے میں ترقی نظر آتی ہے۔

کیونکہ جو ملک اپنے اصول کی حفاظت نہیں کرسکا وہ دوسروں کے اصول کی کیا حفاظت کرے گا۔ اور ہمارے ملک کے سربراہ کہتے ہیں کہ
غیرت کے نام پر لڑنا چھوڑ دو۔ غیرت کے نام پر جھگڑنا چھوڑ دو۔ غیرت کے نام پر قتل کرنا چھوڑ دو۔ یہ جاہلیت ہے۔ یہ تنگ دلی ہے۔ اگر مرد غیرت کے
نام پر قتل چھوڑ دے۔ بے غیرت بنا سب کچھ دیکھتا رہے۔ جیسا کے غیر ممالک میں ہوتا ہے۔ کہ عورت شادی شدہ ہونے کے باوجود آزادانہ کسی دوسرے
غیر مرد اور غیر محرم کے ساتھ گھومتی ہے۔ اس عورت کو یہ معلوم نہیں کہ بیوی ہونے کے لحاظ سے اس کے شوہر کے اس پر کیا حقوق ہیں۔ وہ آزادانہ گھومتی
ہے کیونکہ وہ مسلمان نہیں ہے۔ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے تو کیا ہمارے ملک کے سربراہ چاہتے ہیں کہ ہمارے ملک میں عورت بھی ایسے ہی آزادانہ
گھومے۔ ہمارے مرد بھی ایسے ہی بے غیرت بن جائیں تو یہ سب کہنے سے پہلے یہ تو سوچ لیں کہ یہ ملک اسلامی ملک ہے۔ مسلمان مرد اور مسلمان
عورت یہ بات بخوبی جانتے ہے۔ کہ اسلام اسے کیا حکم دیتا ہے۔ قرآن اسے کیا کہتا ہے۔ ارے مسلمان عورت تو وفا کی پیکر ہے۔ شرم وحیا کی پیکر ہے۔
آیئے قرآن وحدیث کی روشنی میں دیکھیں کہ عورت پر کیا حکم لاگو ہوتے ہیں جو اسے بیوی بن کر پورے کرنے ہیں۔

القرآن: ترجمہ: مرد عورت پر نگران ہے۔ اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں پر فضیلت دی ہے۔ اور اس وجہ سے بھی کہ مرد اپنے مالوں کو عورتوں کی
ضرورت اور آرام کے لئے خرچ کرتے ہیں۔ پس نیک عورتیں اطاعت گزار ہوتی ہیں۔ مردوں کی غیر حاضری میں (ان کے مال اور عزت کی حفاظت
کرتی ہیں۔ اللہ کی حفاظت سے۔۔۔۔۔

اچھی عورت اور اس کا اجر: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمام عورتوں سے بہترین
عورت وہ ہے جب تو اسے دیکھے تو وہ تجھے خوش کر دے۔ اور جب تو اسے حکم دے تو وہ تیری اطاعت کرے۔ اگر تو اس سے غائب ہو۔ وہ تیرے مال
اور اپنی عزت کی حفاظت کرے۔

نیک عورت کا اجر: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ عورت جو وقت پر پانچ نمازیں ادا کرتی

ہے۔رمضان شریف کے مہینہ کے روزے کی حفاظت کرتی ہے۔اور اپنے خاوند کی اطاعت کرتی ہے۔وہ جنت کے آٹھ دروازوں میں جس سے چاہے گی اس سے داخل ہو جائے گی۔

نیک عورت کی مرد پر فضیلت: اگر چہ اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر فضیلت دی ہے۔لیکن سارے مرد اور ساری عورتیں ایک جیسی نہیں ہوتی بلکہ بعض ایسے مرد ہوتے ہیں جو نیک نہیں ہوتے۔اور عورتوں کو اللہ تعالیٰ نیکی کی توفیق عطا فرما دیتا ہے۔اس لئے ایسی عورتیں مردوں سے کئی درجہ بلند ہوتی ہیں۔حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔کہ نیک عورت ہزار برے مردوں سے بہتر ہے اور جو عورت جو اپنے خاوند کی سات دن تک خدمت کرتی رہے۔اس پر جہنم کے سات دروازے بند کر دیئے جائیں گے۔اور اس کے لئے جنت کے آٹھ دروازے کھول دیئے جائیں گے۔جس سے چاہے گی۔بغیر حساب کے جنت میں داخل ہو جائے گی۔

خدمت کا اجر: عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب عورت اپنے خاوند کے کپڑے دھوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ایک ہزار نیکی کا ثواب عطا فرماتا ہے۔اور اس کے دو ہزار گناہ معاف کر دیتا ہے۔اور ہر وہ چیز جس پر سورج طلوع ہوتا ہے۔وہ اس عورت کے لئے اللہ تعالیٰ سے اس کے گناہوں کی بخشش طلب کرتی ہے اور اس عورت کا ایک ہزار درجہ بلند کر دیا جاتا ہے۔

خاوند کو تکلیف دینے کی سزا: سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ آپ فرماتے ہیں۔کہ ایک دفعہ میں اور حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوئے۔تو ہم نے آپ کو روتا ہوا پایا۔ہم نے عرض کی اے اللہ کے رسول!

آپ کیوں رو رہے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ میں معراج کی رات عورتوں کو شدید عذاب میں دیکھا۔تو اب مجھ کو ان کا وہ برا انجام یاد آ رہا ہے۔اس لئے میں رو رہا ہوں۔تو میں نے عرض کی یا رسول اللہ! آپ مجھے یہ بتائیں آپ نے کیا چیز دیکھی۔تو آپ نے فرمایا۔

میں نے ایک عورت کو جہنم میں لوہے کی کھونٹیوں سے بالوں کے ساتھ لٹکے ہوئے دیکھا۔اس کا دماغ کھول رہا تھا۔اور ایک عورت کو زبان کے ساتھ لٹکے ہوئے پایا۔اس کا ہاتھ اس کی پشت سے باہر نکالا گیا تھا۔اور تار کول اس کے حلق میں انڈیلی جا رہی تھی۔ایک اور عورت کو دیکھا جس کو اس کے پستانوں سے لٹکایا گیا تھا۔اور جہنم کے درخت کا کھولتا ہوا پانی اس کے حلق سے انڈیلا جا رہا تھا۔اور ایک عورت کو دیکھا جس کے ہاتھ اور پاؤں اس کی پیشانی کے ساتھ بندھے ہوئے تھے۔اور وہ ان کی کھونٹیوں کے ساتھ لٹک رہی تھی۔اور اس پر سانپ بچھو مسلط تھے۔

ایک اور عورت کو دیکھا جس کا جسم آگ کی قینچی کے ساتھ کاٹا جا رہا تھا۔اس طرح اور بہت سی عورتوں کو مختلف سزاؤں میں جکڑے ہوئے دیکھا۔تو حضرت فاطمہ الزہرہ رضی اللہ عنہا گھبرا کر اٹھ کھڑی ہوئیں اور عرض کی اے میرے ابا جان! میں آپ پر قربان جاؤں۔مجھے یہ بتائیں کی ان عورتوں کے اعمال کیا تھے۔تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے فاطمہ! جو اپنے بالوں کے ساتھ لٹکی ہوئی تھی۔وہ اپنے خاوند کو برا بھلا کہتی تھی۔اور وہ اپنا راز لوگوں سے نہیں چھپاتی تھی۔اور جو عورت زبان کے ساتھ لٹکی ہوئی تھی وہ زبان سے اپنے خاوند کو برا بھلا کہتی تھی۔قیامت کے دن اس عورت کی زبان ستر گز لمبی ہوگی۔اور اسے اس کی گردن کے پیچھے باندھ دیا جائے گا۔اور وہ عورت جو اپنے پستانوں کے ساتھ لٹکائی گئی تھی۔وہ اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر دوسرے کی اولاد کو دودھ پلاتی تھی اور وہ عورت جس کو اپنے پاؤں کے ساتھ لٹکایا گیا تھا۔وہ خاوند کی اجازت کے بغیر گھر سے نکل جاتی تھی۔اور حیض ونفاس سے فراغت کے بعد غسل نہیں کرتی تھی اور وہ عورت جو اپنے جسم کو کھا رہی تھی۔وہ غیر محرم کے سامنے بن کر ظاہر ہوتی تھی۔اور لوگوں کی غیبت کرتی تھی۔اور وہ عورت جس کا جسم آگ کی قینچیوں کے ساتھ کاٹا جا رہا تھا۔وہ اپنے آپ کو بن سنور کر ظاہر کرتی تھی۔تا کہ لوگ اس کے حسن و جمال کو دیکھیں اور ہر اس غیر محرم کو پسند کرتی تھی۔جو اس کی خوبصورتی کو دیکھتا تھا۔اور وہ عورت جس کے ہاتھ اور پاؤں پیشانی کے ساتھ بندھے ہوئے تھے اور اس پر سانپ اور بچھو مسلط کر دیئے گئے۔یہ وہ عورت تھی۔جو نماز پڑھ سکتی تھی۔روزہ رکھ سکتی تھی۔لیکن نہ وہ وضو کرتی اور نہ ہی نماز پڑھتی تھی اور نہ ہی غسل جنابت کرتی تھی اور وہ عورت جس کا سر خنزیر کے سر کے برابر اور اس کا جسم گدھے کے جسم کے مانند تھا۔وہ چغلخور اور جھوٹی تھی اور وہ عورت جس کی شکل کتے کے مانند تھی۔وہ فتنہ انگیز اور اپنے خاوند سے نفرت کرتی تھی۔یہ سب کچھ مجھے مثالی شکل میں دکھایا گیا تھا۔(استغفر اللہ)

خدا بچائے ایسے عذاب سے۔مگر حقیقت یہی ہے کہ آج عورت کی یہی قسمیں ظاہر ہوتی ہیں۔تو میری ماؤں، بہنو! کیوں اپنی آخرت کو برباد کرتی ہو۔کیوں اس فانی دنیا کی چمک دمک میں گم ہو کر اپنی اصل دنیا اور اپنی ابدی جنت کو بھول جاتی ہو۔رو کو اپنے دل کو دنیاوی مادی خواہشات سے۔اپنی حقیقت کو پہچانو کہ تم وفا کے خمیر سے گوندھی گئی ہو۔تو میری ماؤں، بہنو اپنے آپ میں جھانک کر دیکھو۔اور اپنے آپ کو سیدھے رستے پر لے آؤ۔تم کو جنت کی بشارت دی جاتی ہے۔اس کو قبول کر لو۔پس اللہ تعالیٰ ہمیں ان تمام برائیوں سے بچائے۔(وما علینا الا البلغ المبین)

لگائے گئے دعوتی سٹال کا اعلان کردیں۔

☆......دعوتی کیمپ کیلئے 3 عدد کرسیاں، ایک عدد ٹیبل جس پر لٹریچر، رکنیت فارم اور مجلّہ الحقیقہ بھاری تعداد میں موجود ہو۔ اس کے ساتھ ایک خوبصورت دعوتی تحریر کے ساتھ بینرز اویزاں اور جھنڈے لگائے جائیں۔

☆......خطبات جمعۃ المبارک کے موقع پر مختصر دعوتی بیان کیلئے مرکزی وصوبائی قائدین کی شرکت کو یقینی بنایا جائے تاکہ پاکستان عالم اسلام و حقوق اہلسنت کی مجموعی صورتحال پر اظہار خیال کیا جاسکے۔ اس سلسلے میں مسجد انتظامیہ وامام خطیب صاحب کی خدمات حاصل کریں۔

☆......ماہ امن ورحمت وحی علی الفلاح مہم کی مصروفیات کے دوران مرکزی وصوبائی قائدین دورہ کریں گے تاکہ درج بالا مصروفیات و ہدایات پر عملدرآمد کو یقینی بنایا جاسکے۔ اس دورے کی اطلاع قبل از وقت ہوگی۔

عید ملن پارٹی واجلاس مرکزی شوریٰ:

☆......عید الفطر کے فوراً بعد داتا نگری لاہور میں آپ احباب کے اعزاز میں عید ملن پارٹی ہوگی۔ اس موقع پر مرکزی شوریٰ کا اجلاس بھی منعقد ہوگا۔ جس میں ماہ امن ورحمت وحی علی الفلاح مہم سمیت عظیم تر پاکستان کا جائزہ لیا جائے گا۔ عید ملن پارٹی وشوریٰ کے اجلاس کا عوت نامہ قبل از وقت آپ کو مل جائے گا، مرکز وصوبہ سے اپنے رابطے کو مضبوط بنائیں خط وکتابت کیلئے صرف پوسٹ بکس نمبر 671 لاہور پر اپنی ڈاک روانہ کریں۔

ماہانہ فنڈ سسٹم:

تنظیمی امور نمٹانے کیلئے فنڈز کی اہمیت کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ لہذا اس سلسلے میں درج ذیل احباب کی ذمہ داری لگائی گئی ہے کہ وہ ماہانہ 300 روپیہ مرکز کیلئے وصول کریں۔ اس کا باقاعدہ ریکارڈ ترتیب دیا جائے تاکہ شوریٰ کے اجلاس میں وہ پیش کیا جاسکے۔

محمد شفیق صاحب (لاہور)، اسد حسینی صاحب (راولپنڈی)، محمد عارف صاحب (سیالکوٹ)، محمد راشد سلطان (نارووال) کی ذمہ داری لگائی گئی ہے۔ دیگر علاقوں سے متعلقہ امیر اپنے سیکرٹری مالیات کے ذریعہ سے فنڈ وصول کرنے کا پابند ہوگا۔ لہذا ان احباب کے ساتھ آپ احباب کے بھرپور تعاون سے ہماری حوصلہ افزائی ہوگی۔

شوکاز نوٹس:

28 اگست کو منعقدہ مرکزی شوریٰ کے اجلاس شکر گڑھ میں شرکت نہ کرنے والے اراکین اپنی عدم شرکت کی وجہ تحریری بذریعہ ڈاک مرکزی سرپرست اعلیٰ حضرت صاحبزادہ محمد عطاء الحق نقشبندی صاحب مدظلہ کو 10 ستمبر تک دیں۔ بصورت دیگر دستوری طریقے سے تادیبی کارروائی ہوگی۔

نوٹ: ایک مرتبہ ہم اس سرکلر کو پڑھ لیں اور اسکے مل جانے کی اطلاع بذریعہ ڈاک پوسٹ بکس 671 لاہور یا فون پر ضرور کریں۔

میرزائے قادیاں

﴿حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ﴾

(ستمبر ۱۹۷۴ء کو مرزائیوں کو کافر قرار دیا گیا۔ اسی مناسبت سے ستمبر کے مہینے میں یہ نظم لگائی جا رہی ہے)

دشمنوں کے در پر سرخم میرزائے قادیاں
وقت کا شیطان اعظم میرزائے قادیاں

ایسا ننگا، ننگ ہستی کو بھی جس سے ننگ ہے
ننگ خلق و ننگ عالم میرزائے قادیاں

اولین و آخریں کی لعنتوں کا مستحق
لعنتوں کا بلکہ دم خم میرزائے قادیاں

اے بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار
اور بول کیا سمجھیں تجھے ہم میرزائے قادیاں

واقعی دجال ہے کذاب ہے، شیطان ہے
منکر سرکار خاتم میرزائے قادیاں

بالیقیں تاریخ کے خناس بھی کچھ کم نہیں
پر ہوئے تجھ سے بہت کم میرزائے قادیاں

باغ ہستی کے ہر اک غنچے کے لب پر ہے یہی
کفر کا صحرائے اعظم میرزائے قادیاں

کیوں نہ ہو افرنگ کا خود کاشتہ پودا ہے تو
لعنت حق تجھ پر پیہم میرزائے قادیاں

ملک وکٹوریہ منحوس کا منحوس تخم
خود ہے تو منحوس عالم میرزائے قادیاں

سفر عقبیٰ پر چلا بیت الخلا کی راہ سے
دیکھ لے تا چشم عالم میرزائے قادیاں

تیرے ذکر بد سے ہے آسی دل وجاں سے نفور
آہ اے بیدین اُلّم میرزائے قادیاں

Monthly Mujallah **AL-HAQIQA**
SEPTEMBER, 2007
Reg. No. C.P.L 168

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ

بتاریخ 2-1 ستمبر 2007 بروز ہفتہ، اتوار

18 19 شعبان المعظم 1428

عرس مفتی اعظم ہند بریلی شریف

6واں سالانہ

حضرت علامہ غلام رسول قادری رضوی

محمد مصطفیٰ رضا خان

حضور محدث کبیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

بمقام چمنستان محدث کبیر

دربار شریف روڈ اعظم آباد فیصل آباد

2 ستمبر بروز اتوار

یکم ستمبر بروز ہفتہ

پیر محمد فضل حق قادری رضوی

قاری علی اکبر نعیمی

قاری غلام مصطفیٰ نعیمی

علامہ مولانا عبدالتواب صدیقی اچھروی لاہور

حضرت علامہ مولانا سید فدا حسین شاہ حافظ آبادی

محمد فرحان قادری کراچی

بلبل مدینہ الحاج سید محمد فرقان قادری کراچی

عارف حسین

محمد افضل

پیر ضیاء المصطفیٰ حقانی

خاور عظیم قادری

شیخ محمد عمر لاہور

پیرزادہ محمد قوسین حق رضوی ● پیرزادہ محمد قرنین حق رضوی

آستانہ عالیہ حضور محدث کبیر پاکستان دربار شریف روڈ اعظم آباد فیصل آباد

Tel: 041-2694337
Fax: 041-2682782